مشرق

کہانی میگزین

19 تا 25 اپریل 2026ء

پاکستان 'ناقابلِ یقین ثالث' بنا

امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ سے سفارتکاری کی طرف شاندار سفر

پاکستان کی کامیاب سفارت کاری......

آبنائے ہرمز کھل گیا

مذاکرات کی شرط: ایران کے دنیا بھر میں منجمد اثاثوں کی مالیت کیا ہے؟

سستے تیل اور گیس کا دور ختم حالات مزید بدتر ہو سکتے ہیں؟

پاکستان کی کامیاب سفارت کاری......

آبنائے ہرمز کھل گیا

امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ سے سفارتکاری کی طرف شاندار سفر

وزیرِ اعظم شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر کی تاریخ ساز کاوشیں پاکستان کی ثالثی کی عالمی سطح کی کامیابی

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پاکستان، اس کے وزیرِ اعظم شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر کا کھلے دل سے شکریہ ادا کیا ہے۔

ٹروتھ سوشل پر اپنے بیان میں انہوں نے کہا: ''پاکستان اور اس کے عظیم وزیرِ اعظم اور فیلڈ مارشل کا شکریہ، یہ دونوں شاندار شخصیات ہیں۔'' یہ تعریف صرف الفاظ نہیں بلکہ ان کی کاوشوں کی عالمی سطح پر تسلیم شدہ کامیابی کا اعتراف ہے۔

مقصود خالد

پاکستان نے ایک بار پھر عالمی سفارتکاری کے عظیم ترین میدان میں اپنی بے مثال صلاحیتوں اور دانشمندانہ قیادت کا مظاہرہ کر کے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔ جب مشرقِ وسطیٰ میں امریکہ اور ایران کے درمیان شدید تنازع نے نہ صرف علاقائی امن کو خطرے میں ڈال دیا تھا بلکہ عالمی توانائی کی سپلائی لائنوں کو بھی شدید دھچکا پہنچایا تھا، تب پاکستان نے ایک ایسا کردار ادا کیا جو نہ صرف دونوں فریقین کے لیے قابلِ قبول تھا بلکہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے خود اسے ''ناقابلِ یقین ثالث'' کا خطاب دیا۔ یہ شاندار کامیابی وزیرِ اعظم محمد شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر کی ہم آہنگ، مخلصانہ اور انتھک کاوشوں کا نتیجہ ہے، جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ پاکستان کی سول اور فوجی قیادت قومی مفادات کو ہر چیز سے مقدم رکھتے ہوئے ایک ہی صفحے پر کھڑی ہے۔ ان دونوں عظیم رہنماؤں نے نہ صرف پیغامات کی ترسیل کی بلکہ دونوں دشمنوں کو ایک میز پر واپس لانے کے لیے شٹل ڈپلومیسی کا ایسا جال بنا کہ عالمی برادری حیران رہ گئی۔ یہ کاوشیں صرف ایک معاہدے تک محدود نہیں بلکہ مشرقِ وسطیٰ میں پائیدار امن، عالمی تجارت کی بحالی اور معاشی استحکام کی بنیاد بن گئی ہیں۔

وزیرِ اعظم شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر کی مشترکہ سفارتی مہم اس وقت عروج پر ہے جب دونوں رہنما مختلف دارالحکومتوں میں ایک دوسرے کے متوازی طور پر کام کر رہے ہیں۔ وزیرِ اعظم سعودی عرب کے اہم دورے کے فوراً بعد قطر پہنچے جہاں قطری فضائیہ کے لڑاکا طیاروں نے ان کے طیارے کو خصوصی حصار میں لے کر ایئرپورٹ تک پہنچایا۔ وہاں امیر قطر شیخ تمیم بن حمد آل ثانی سے طویل ملاقات ہوئی جس میں مشرقِ وسطیٰ کی موجودہ صورتحال، علاقائی کشیدگی کم کرنے کے اقدامات اور پاکستان کے ثالثی کردار کی تعریف کی گئی۔ اس کے فوراً بعد وزیرِ اعظم ترکی کے انطالیہ ڈپلومیسی فورم میں شرکت کے لیے پہنچ چکے ہیں جہاں وہ عالمی رہنماؤں سے ملاقاتیں کریں گے اور پاکستان کا موقف پیش کریں گے۔ دوسری جانب فیلڈ مارشل عاصم منیر ایران کے دارالحکومت تہران میں اعلیٰ ترین ایرانی حکام سے ملاقاتیں کر رہے ہیں، جہاں وہ امریکی پیغامات براہِ راست پہنچا رہے ہیں اور تہران کو دوسرے مرحلے کے مذاکرات کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ یہ مشترکہ کاوشیں پاکستان کی خارجہ پالیسی کی پختگی اور قومی قیادت کی ہم آہنگی کی زندہ مثال ہیں۔

پاکستان کی یہ سفارتکاری کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ اس کی طویل تاریخ، جغرافیائی اہمیت اور تمام فریقین کے ساتھ متوازن تعلقات کا نتیجہ ہے۔ امریکی اور ایرانی دونوں فریق پاکستان پر بھروسہ کرتے ہیں کیونکہ اسلام آباد نہ صرف غیر جانبدار ہے بلکہ دونوں کے ساتھ گہرے تاریخی، ثقافتی اور مذہبی رشتے رکھتا ہے۔ سعودی عرب، قطر اور دیگر خلیجی ریاستوں کے ساتھ بھی پاکستان کے قریبی تعلقات ہیں جو اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ کسی بھی معاہدے میں ان کے خدشات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اقوامِ متحدہ، امریکہ اور ایران سمیت عالمی طاقتوں نے پاکستان کی ان مخلصانہ کوششوں کو سراہا ہے۔ وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے بھی پاکستان کو ''ناقابلِ یقین ثالث'' قرار دیا ہے۔ یہ اعتماد اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان کی سفارتی مہارت اب عالمی سطح پر ایک معیار بن چکی ہے۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پاکستان، اس کے وزیرِ اعظم شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر کا کھلے دل سے شکریہ ادا کیا ہے۔ ٹروتھ سوشل پر اپنے بیان میں انہوں نے کہا:

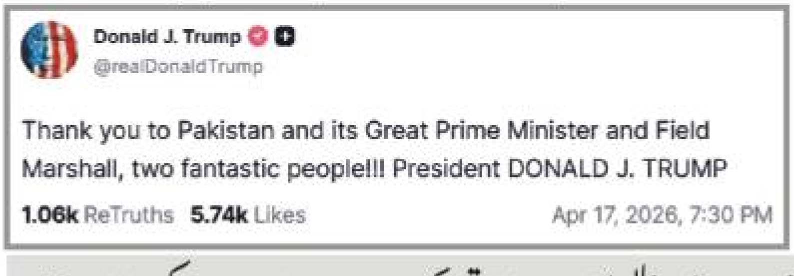

Donald J. Trump

@realDonaldTrump

Thank you to Pakistan and its Great Prime Minister and Field Marshall, two fantastic people!!! President DONALD J. TRUMP

1.06k ReTruths 5.74k Likes Apr 17, 2026, 7:30 PM

''پاکستان اور اس کے عظیم وزیرِ اعظم اور فیلڈ مارشل کا شکریہ، یہ دونوں شاندار شخصیات ہیں۔'' یہ تعریف صرف الفاظ نہیں بلکہ ان کی کاوشوں کی عالمی سطح پر تسلیم شدہ کامیابی کا اعتراف ہے۔ ٹرمپ نے یہ بھی اشارہ دیا کہ اگر معاہدہ طے پا گیا تو وہ خود اسلام آباد کا دورہ کر سکتے ہیں۔ یہ بیان نہ صرف پاکستان کی ساکھ کو بلند کرتا ہے بلکہ اس بات کی بھی ضمانت دیتا ہے کہ دونوں فریقین پاکستان کی میزبانی کو ترجیح دے رہے ہیں۔

جنگ بندی کے معاہدے کے تحت ایران نے ایک تاریخی قدم اٹھاتے ہوئے آبنائے ہرمز کو تمام تجارتی جہازوں کے لیے کھول دیا ہے۔ ایرانی وزیرِ خارجہ عباس عراقچی نے سوشل میڈیا پر اعلان کیا کہ جنگ بندی کی باقی مدت کے دوران تمام کمرشل بحری جہاز ایران کی پورٹس اینڈ میری ٹائم آرگنائزیشن کے مقرر کردہ کوآرڈینیٹڈ روٹس کے ذریعے گزر سکیں گے۔ یہ اعلان اس شرط پر کیا گیا تھا جو امریکہ اور اسرائیل کے درمیان دو ہفتوں کی جنگ بندی کا حصہ تھا۔ آبنائے ہرمز کی بندش سے عالمی سطح پر تیل اور گیس کی قلت پیدا ہوئی تھی جس نے قیمتیں

دفاعی افواج کے سربراہ فیلڈ مارشل عاصم منیر ایران میں اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کر رہے ہیں، جہاں وہ امریکی پیغامات پہنچا رہے ہیں اور تہران کو دوسرے مرحلے کے مذاکرات کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ یہ مشترکہ کاوشیں اس بات کی علامت ہیں کہ پاکستان کی سول اور فوجی قیادت ایک ہی صفحے پر ہے اور ملک کے قومی مفادات کو ہر چیز سے مقدم رکھا جا رہا ہے۔

موجودہ صورتحال میں پاکستان کی سفارتکاری عروج پر ہے اور ایران-امریکہ کے درمیان دوسرے مرحلے کے مذاکرات کی تیاریاں تیزی سے جاری ہیں۔فیلڈ مارشل عاصم منیر کی تہران میں اعلیٰ ایرانی حکام کے ساتھ ملاقاتیں نئے امریکی تجاویز پر بات چیت کر رہی ہیں جبکہ وزیر اعظم شہباز شریف کی سعودی عرب، قطر اور ترکی کی ملاقاتیں علاقائی حمایت کو مضبوط کر رہی ہیں

آسمان چھو لی تھیں اور مہنگائی کا طوفان برپا کر دیا تھا۔ پاکستان کی ثالثی نے اس بحران کو روکا اور فریقین کو دو ہفتوں کی جنگ بندی پر متفق کرایا جس میں امریکہ نے مزید حملے نہ کرنے اور ایران نے آبنائے ہرمز کھولنے کا وعدہ کیا۔

اس اعلان کے فوراً بعد عالمی منڈیوں میں مثبت لہریں دوڑ گئیں۔ برینٹ خام تیل کی قیمت تقریباً 11 فیصد کم ہو کر 88.70 ڈالر فی بیرل تک گر گئی جبکہ امریکی خام تیل (WTI) بھی 81.20 ڈالر پر آ گیا۔ اسٹاک مارکیٹس میں بھی تیزی دیکھی گئی: ڈاؤ جونز فیوچرز میں 560 پوائنٹس کا اضافہ ہوا جبکہ S&P500 اور نیسڈیک بھی اوپر گئے۔ پاکستان جیسے تیل درآمد کرنے والے ملک کے لیے یہ خبر انتہائی خوش آئند ہے کیونکہ کم تیل کی قیمتیں درآمدی بل کو کم کریں گی، مہنگائی کو کنٹرول کریں گی اور معیشت کو سہارا دیں گی۔

پاکستان کی سفارتکاری اور ایران-امریکہ کے دوسرے مرحلے کے مذاکرات کی موجودہ صورتحال

موجودہ صورتحال میں پاکستان کی سفارتکاری عروج پر ہے اور ایران-امریکہ کے درمیان دوسرے مرحلے کے مذاکرات کی تیاریاں تیزی سے جاری ہیں۔ فیلڈ مارشل عاصم منیر کی تہران میں اعلیٰ ایرانی حکام کے ساتھ ملاقاتیں نئے امریکی تجاویز پر بات چیت کر رہی ہیں جبکہ وزیر اعظم شہباز شریف کی سعودی عرب، قطر اور ترکی کی ملاقاتیں علاقائی حمایت کو مضبوط کر رہی ہیں۔ جنگ بندی 22 اپریل کو ختم ہونے والی ہے اور دونوں فریقین اسلام آباد میں دوسرے دور کی میزبانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اہم pointssticking — ایران کا جوہری پروگرام، آبنائے ہرمز کی مستقل سلامتی اور جنگی نقصانات کا معاوضہ — پر سمجھوتہ کی کوششیں جاری ہیں۔ پاکستان کی قیادت اس بات کو یقینی بنا رہی ہے کہ مذاکرات پائیدار ہوں، علاقائی استحکام قائم رہے اور عالمی معیشت کو مزید دھچکے نہ لگیں۔ یہ دوسرا مرحلہ نہ صرف جنگ کا حتمی خاتمہ بلکہ مشرق وسطیٰ میں نئی سفارتی فصل کا آغاز بھی ہو سکتا ہے۔

پاکستان کی یہ ثالثی صرف موجودہ بحران تک محدود نہیں بلکہ اس کی خارجہ پالیسی کی ایک تسلسل ہے۔ ماضی میں بھی پاکستان نے افغان تنازع، کشمیر کے مسائل اور دیگر علاقائی بحرانوں میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اس بار کی کامیابی خاص طور پر اس لیے اہم ہے کہ یہ دونوں سپر پاورز...... امریکہ اور ایران کے درمیان براہ راست ہے۔ ایرانی فریق پاکستان کے ساتھ راحت محسوس کرتے ہیں کیونکہ دونوں ملکوں کے درمیان سرحد، ثقافت اور مذہبی روابط ہیں۔ امریکی صدر نے بار بار پاکستان کی سول اور فوجی قیادت کی تعریف کی ہے۔ یہ اعتماد پاکستان کی غیر جانبدار خارجہ پالیسی اور قومی مفادات کی بالادستی کا نتیجہ ہے۔

وزیر اعظم شہباز شریف کی خلیجی دورے کی تفصیلات بھی قابل ذکر ہیں۔ قطر میں امیر کے ساتھ ملاقات میں دونوں رہنماؤں نے کشیدگی کم کرنے، سفارتی مکالمے کو فروغ دینے اور توانائی کی ترسیل کو بلا تعطل رکھنے پر زور دیا۔ پاکستان نے قطر اور دیگر خلیجی ممالک پر ممکنہ حملوں کی مذمت کی اور مکمل یکجہتی کا اظہار کیا۔ ترکی میں انطالیہ ڈپلومیسی فورم میں شرکت پاکستان کے عالمی سفارتی پروفائل کو مزید بلند کرے گی جہاں صدر اردگان اور دیگر رہنماؤں سے ملاقاتیں متوقع ہیں۔ نائب وزیر اعظم اسحاق ڈار، وزیر اطلاعات عطا اللہ تارڑ اور دیگر اعلیٰ حکام اس وفد کا حصہ ہیں۔

فیلڈ مارشل عاصم منیر کی ایران میں ملاقاتیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ پاکستان کی فوجی قیادت بھی سفارتکاری کے میدان میں فعال کردار ادا کر رہی ہے۔ وہ امریکی پیغامات پہنچا رہے ہیں اور ایرانی قیادت کو دوسرے مرحلے کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ یہ ملاقاتیں اس وقت ہو رہی ہیں جب اسرائیل کی طرف سے پائیدار معاہدے کو ختم کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور امریکی حکام کی طرف سے دھمکیاں بھی مل رہی ہیں۔ تاہم پاکستان کی کوششیں ان تمام رکاوٹوں کے باوجود امن کی طرف لے جا رہی ہیں۔

امریکہ اور ایران کے درمیان بداعتمادی اب بھی برقرار ہے۔ اسرائیل کسی پائیدار معاہدے کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لبنان پر حملے اور دیگر مسائل اب بھی حل طلب ہیں۔ تاہم پاکستان کی کاوشیں ان تمام مسائل کو حل کرنے کی طرف گامزن ہیں۔ پاکستان کی اس کامیابی سے عالمی تصویر بدل رہی ہے۔ اب یہ ملک صرف بحرانوں کا شکار نہیں بلکہ حل کا ذریعہ بن چکا ہے۔ CPEC، ایران کے ساتھ تعاون اور علاقائی رابطوں کو مزید تقویت ملے گی۔

عالمی معیشت پر اس تنازع کے اثرات بہت گہرے تھے۔ آبنائے ہرمز دنیا کا 20 فیصد تیل گزرتا ہے۔ اس کی بندش نے نہ صرف تیل کی قیمتیں بڑھا دی تھیں بلکہ عالمی تجارت، Shipping اور مہنگائی کو بھی متاثر کیا۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے جو تیل کی 80 فیصد سے زائد درآمد کرتا ہے، یہ بحران معاشی تباہی کا باعث بن سکتا تھا۔ پاکستان کی ثالثی نے نہ صرف اس بحران کو روکا بلکہ کم تیل کی قیمتوں سے فائدہ بھی پہنچایا۔ اس کامیابی کے پیچھے پاکستان کی قیادت کی حکمت عملی کارفرما ہے۔ وزیر اعظم شہباز شریف نے خطے کے تمام اہم دارالحکومتوں کو شامل کیا جبکہ فیلڈ مارشل عاصم منیر نے فوجی اور سیکورٹی سطح پر اعتماد پیدا کیا۔ دونوں رہنماؤں نے قومی مفاد کو ہر چیز سے بالاتر رکھا۔ یہ اتحاد پاکستان کی طاقت ہے جو عالمی سطح پر مثال بن رہا ہے۔

چیلنجز بھی موجود ہیں۔ امریکہ اور ایران کے درمیان بداعتمادی اب بھی برقرار ہے۔ اسرائیل کسی پائیدار معاہدے کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لبنان پر حملے اور دیگر مسائل اب بھی حل طلب ہیں۔ تاہم پاکستان کی کاوشیں ان تمام مسائل کو حل کرنے کی طرف گامزن ہیں۔ پاکستان کی اس کامیابی سے عالمی تصویر بدل رہی ہے۔ اب یہ ملک صرف بحرانوں کا شکار نہیں بلکہ حل کا ذریعہ بن چکا ہے۔ CPEC، ایران کے ساتھ تعاون اور علاقائی رابطوں کو مزید تقویت ملے گی۔

اس ثالثی سے پاکستان کو معاشی، سیاسی اور سفارتی فوائد ملیں گے۔ تیل کی کم قیمتوں سے مہنگائی کم ہو گی، سرمایہ کاری آئے گی اور عالمی اعتماد بڑھے گا۔ عالمی رہنما پاکستان کی تعریف کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ نے بھی اس کردار کو سراہا ہے۔ یہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ آگے کا راستہ اب بھی چیلنجنگ ہے لیکن پاکستان کی قیادت تیار ہے۔ دوسرے مرحلے میں اسلام آباد کی میزبانی ممکنہ طور پر حتمی معاہدے کا باعث بنے گی۔ وزیر اعظم شہباز شریف کی قیادت میں پاکستان نے ثابت کیا کہ امن کی راہ میں کوئی رکاوٹ ناقابل عبور نہیں۔ فیلڈ مارشل عاصم منیر کی فوجی دانشمندی نے اسے مضبوط کیا۔

یہ کہانی صرف ایک معاہدے کی نہیں بلکہ ایک قوم کی سفارتی بالغ نظری کی ہے جو دنیا کے لیے مثال بن گئی۔ پاکستان کی ثالثی کی یہ کامیابی تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔ وزیر اعظم اور فیلڈ مارشل کی کاوشیں نئی نسل کے لیے مشعل راہ بنیں گی۔

اسلام آباد میں سیکورٹی انتظامات: فول پروف تیاریاں

دوسرے مرحلے کے ممکنہ مذاکرات کے پیش نظر اسلام آباد میں سیکورٹی کے فول پروف انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ شہر کے تمام داخلی اور خارجی راستوں پر ناکے لگائے گئے ہیں جہاں پولیس اور فوجی اہلکار تعینات ہیں۔ پنجاب سے اضافی پولیس نفری بھی طلب کی گئی ہے۔ آئی جی اسلام آباد کے احکامات پر گرینڈ کومبنگ سرچ آپریشنز جاری ہیں جن میں تھانہ کرپا، سمبل، سیکریٹریٹ، کھنہ، انڈسٹریل ایریا، بنی گالہ اور ترنول سمیت مختلف علاقوں میں کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ اب تک 712 افراد، 1108 گھروں، 182 دکانوں اور 32 ہوٹلوں کی تلاشی لی جا چکی ہے جبکہ 381 موٹر سائیکلوں اور 141 گاڑیوں کی جانچ پڑتال کی گئی۔ 20 افغان باشندوں اور 56 مشکوک افراد کو تفتیش کے لیے حراست میں لیا گیا اور غیر قانونی اسلحہ بھی برآمد کیا گیا۔ بس اڈے معمول کے مطابق کھلے ہیں، ٹرانسپورٹ کی آمدورفت جاری ہے اور شہریوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے۔ یہ اقدامات شہریوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ عالمی مہمانوں کی میزبانی کے لیے ماحول کو محفوظ بنانے کے لیے کیے جا رہے ہیں۔O

خلیجِ فارس میں اتنا زیادہ تیل اور گیس کیوں موجود ہے؟

ارضیاتی معجزہ جو لاکھوں برس سے دنیا کی توانائی کا دل دھڑکا رہا ہے، ایک جدید جامع اور گہرا سائنسی تجزیہ

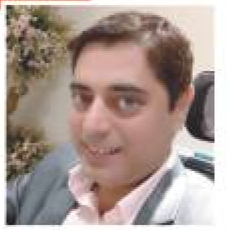

ساجد خان

خلیج فارس کا خطہ، جو آج دنیا کی توانائی کی سیاست، معیشت اور مستقبل کی شکل دینے والا سب سے اہم علاقہ سمجھا جاتا ہے، درحقیقت لاکھوں برسوں کے ارضیاتی عمل کا نتیجہ ہے جو اسے تیل اور گیس کے ذخائر سے مالا مال بنا چکا ہے۔ جب ہم اس خطے کو دیکھتے ہیں تو نہ صرف اس کی بے پناہ دولت حیران کن ہے بلکہ یہ ایک ایسا ارضیاتی تجربہ گاہ بھی ہے جہاں فطرت نے تمام وہ عوامل جمع کر دیے جو ہائیڈروکاربن کی پیداوار، ذخیرہ اندوزی اور آسان نکاسی کے لیے درکار ہوتے ہیں۔ بطور پٹرولیم جیولوجسٹ، جو اس خطے کی تہوں، چٹانوں اور ساختوں کا برسوں مطالعہ کر چکا ہوں، میں آج بھی اس کی وسعت دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ ایک نسبتاً چھوٹا سا علاقہ، جو زمین کی سطح کے صرف تین فیصد سے بھی کم حصہ رکھتا ہے، دنیا کے روایتی تیل کے تقریباً نصف ذخائر اور گیس کے چالیس فیصد سے زائد ذخائر کیسے اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ صرف دولت نہیں، بلکہ ایک نعمت بھی ہے اور آزمائش بھی، کیونکہ اسی دولت نے اس خطے کو عالمی سیاست کا مرکز بنا دیا ہے، جہاں کسی بھی تنازعے یا جنگ کی خبر فوراً عالمی توانائی مارکیٹوں میں ہلچل مچا دیتی ہے اور تیل کی قیمتیں آسمان کو چھو لیتی ہیں۔ جدید ارضیاتی سائنس، سیٹلائٹ امیجنگ، تھری ڈی سیسمک سروے اور کمپیوٹر ماڈلنگ کی بدولت ہم اب اس خطے کی تشکیل کے ہر مرحلے کو سمجھ سکتے ہیں، اور یہی سمجھ بوجھ ہمیں بتاتی ہے کہ خلیج فارس کا مقابلہ دنیا کے کسی دوسرے خطے سے ممکن ہی نہیں۔ یہاں کے تیل کے کنویں روزانہ اتنا خام تیل اگلتے ہیں جو شمالی سمندر یا روس کے بہترین کنوؤں سے دو سے پانچ گنا زیادہ ہے، اور یہاں تیس سے زائد سپر جائنٹ فیلڈز موجود ہیں جن میں سے ہر ایک میں کم از کم پانچ ارب بیرل سے زیادہ تیل پایا جاتا ہے۔ یہ عوامل مل کر اس خطے کو نہ صرف آج بلکہ آنے والے کئی دہائیوں تک عالمی توانائی کا انجن بنائے رکھیں گے، حالانکہ موسمیاتی تبدیلی، قابل تجدید توانائی کی منتقلی اور جیو پولیٹیکل تناؤ اس کی راہ میں نئے چیلنجز بھی کھڑے کر رہے ہیں۔

انسانوں کو اس خطے میں ہائیڈروکاربن کی موجودگی کا علم ہزاروں سال پرانا ہے، جب آخری برفانی دور کے اختتام پر تقریباً چودہ ہزار سے چھ ہزار سال قبل سیلابوں نے خلیج فارس کی موجودہ شکل دی تھی۔ اس خطے کے کئی حصوں میں قدرتی رساوؤں کی وجہ سے خام تیل اور گیس سطح زمین پر نظر آتے تھے، اور قدیم تہذیبوں نے اس بٹومین کو گارا بنانے، کشتیوں کو واٹر پروف کرنے اور حتیٰ کہ تعمیراتی کاموں میں استعمال کیا تھا۔ میٹی دور سے بھی پہلے کے لوگ اسے روزمرہ زندگی میں استعمال کرتے تھے، اور جدید دور میں تیل کی پہلی تجارتی دریافت 1908 میں مغربی ایران کے ایک مشہور قدرتی رساو کے مقام پر ہوئی۔ پھر 1950 اور 1960 کی دہائیوں میں جب تیل اور گیس کی تلاش میں عالمی سطح پر تیزی آئی تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ دنیا کا کوئی دوسرا خطہ اس قدر وافر اور آسانی سے نکالے جانے والے ذخائر نہیں رکھتا۔ روس کے مغربی سائبیریا، امریکہ کے پرمین بیسن، یا افریقہ کے کچھ علاقوں میں بھی بڑے بڑے ذخائر ملے ہیں، مگر ان کا حجم، معیار اور پیداواری صلاحیت خلیج فارس کے سامنے کہیں نہیں ٹھہرتی۔ آج بھی، ایک صدی سے زائد کھدائی اور پیداوار کے باوجود، یہ خطہ نئے ذخائر کی دریافت کا مرکز ہے، اور جدید ٹیکنالوجی جیسے افقی ڈرلنگ اور ہائیڈرولک فریکچرنگ اس کی پیداوار کو مزید بڑھانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک ان تکنیکوں کو اپنے پرانے میدانوں میں آزما رہے ہیں، اور مطالعات بتاتے ہیں کہ یہ طریقے نہ صرف پیداوار بڑھا سکتے ہیں بلکہ پرانے ذخائر سے مزید تیل نکالنے میں بھی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

خلیج فارس کا ارضیاتی محل وقوع

اس کی دولت کا سب سے بڑا راز ہے، کیونکہ یہ بالکل اس جگہ واقع ہے جہاں دو بڑی ٹیکٹونک پلیٹیں۔ جنوب مغرب میں عربین پلیٹ اور مشرق و شمال میں یوریشین پلیٹ۔ تین کروڑ پچاس لاکھ برس سے مسلسل ٹکرا رہی ہیں۔ یہ تصادم ایک متحرک جغرافیائی ماحول پیدا کرتا رہا ہے جس میں چٹانوں کی تہیں مڑ گئیں، ٹوٹیں، پھیلیں اور گہرائی میں شدید حرارت اور دباؤ کی زد میں آ کر تبدیل ہوتی رہیں۔ ایرانی جانب زاگرس پہاڑی سلسلہ ایک ہزار آٹھ سو کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے جو خلیج عمان سے ترکی کی سرحد تک جاتا ہے، اور یہ عظیم الپائن ہمالیائی نظام کا حصہ ہے جو افریقہ، عرب اور بھارت کی یوریشیا سے ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔ یہاں چٹانیں انتہائی مڑی ہوئی اور شکستہ ہیں، جو تیل اور گیس کے لیے بہترین ٹریپس بناتی ہیں۔ دوسری طرف عربی ساحل پر پلیٹوں کے دباؤ نے گہرائی میں موجود سخت بیسمنٹ راک کو مسخ کر کے وسیع گنبد نما ڈھانچے تشکیل دیے ہیں جو سینکڑوں بلکہ ہزاروں مربع کلومیٹر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ خلیج کے نیچے ایک بڑا حوض (بیسن) ہے جو زاگرس کے ابھار سے پیدا ہونے والے کٹاؤ اور تلچھٹ سے بھر گیا، اور اس کے گہرے حصوں میں بالکل وہ درجہ حرارت اور دباؤ موجود تھا جو سمندری جانداروں کے نامیاتی مادے کو تیل اور گیس میں تبدیل کر سکتا تھا۔ یہ ارضیاتی ترتیب کوئی اتفاق نہیں بلکہ ایک کامل پٹرولیم سسٹم ہے جہاں سورس راک، ریزروائر راک، سیال کی نقل و حرکت اور ٹریپس سب اپنی بہترین شکل میں موجود ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ یہ خطہ دنیا بھر میں بے مثال ہے۔

خام تیل اور گیس کی اصل پیداوار سمندری جانداروں جیسے زوپلانکٹن اور فائٹوپلانکٹن کے نامیاتی مادے سے ہوتی ہے جو لاکھوں برس پہلے سمندری تہوں میں دفن ہوئے۔ یہ مادہ چونے کے پتھر اور دیگر تلچھٹی چٹانوں میں مرتکز ہوتا ہے، اور جب نامیاتی مادے کی مقدار دو فیصد یا اس سے زیادہ ہو جائے تو اسے اعلیٰ معیار کا سورس راک کہا جاتا ہے۔ خلیج فارس میں ایسے سورس راکس کی تہیں نہ صرف متعدد ہیں بلکہ موٹی، وافر اور نامیاتی مادے سے بھرپور بھی ہیں۔ عربی خلیج کے ساحل پر حنیفہ اور طویق کی جیوراسک دور کی تشکیلات (تقریباً بیس کروڑ سے چودہ کروڑ پچاس لاکھ سال پہلے) اور ایران میں کریٹیشس دور کی کژدومی تشکیل (چودہ کروڑ پچاس لاکھ سے چھ کروڑ ساٹھ لاکھ سال پہلے) اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان چٹانوں میں نامیاتی مادے کی مقدار ایک سے تیرہ فیصد تک ہے، اور بعض جگہوں پر اس سے بھی زیادہ۔ یہ سورس راکس گہرائی میں جا کر حرارت اور دباؤ سے پک کر تیل اور گیس پیدا کرتے ہیں، اور پھر یہ سیال مڑی ہوئی چٹانوں اور گنبد نما ڈھانچوں میں پھنس جاتے ہیں۔ زاگرس کے مڑاو، جو سیٹلائٹ سے بھی صاف نظر آتے ہیں، سینکڑوں ارب بیرل تیل اور کھربوں مکعب میٹر گیس کو اپنے اندر قید رکھتے ہیں۔ شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت لمبی سانچ نما ساختیں اس کی واضح عکاسی کرتی ہیں، اور ان میں سینکڑوں ذخائر موجود ہیں جو جنوبی ایران سے شمال مشرقی عراق تک پھیلے ہوئے ہیں۔

تیل اور گیس کے ذخائر کی ساخت اور ان کی حفاظت خلیج فارس کی سب سے منفرد خصوصیت ہے۔ مڑی ہوئی اور شکستہ چٹانوں کی تہیں اور گنبد نما ڈھانچے ہائیڈروکاربن کو پھنسانے کے لیے بہترین ہیں۔ عربین پلیٹ پر بننے والے بڑے گنبدوں نے وسیع ذخائر تشکیل دیے، جن میں سعودی عرب کا غوار آئل فیلڈ دنیا کا سب سے بڑا تیل کا میدان ہے جس سے ستر ارب بیرل سے زیادہ خام تیل نکل سکتا ہے۔ اسی طرح قطر اور ایران کے درمیان ساؤتھ پارس۔ نارتھ ڈوم گیس فیلڈ کم از کم چھیالیس ارب مکعب میٹر گیس رکھتا ہے جو توانائی کے لحاظ سے دو سو ارب بیرل تیل کے برابر ہے۔ سب سے اہم ریزروائر راکس چونے کے پتھر ہیں جو جزوی طور پر تحلیل ہو چکے ہیں اور اس سے تیل کا بہاؤ آسان ہو جاتا ہے۔ زاگرس کے ذخائر میں سیال مادہ دراڑوں اور شگافوں سے گزرتا ہے جو پلیٹوں کے تصادم سے پیدا ہوئے۔ سعودی عرب کے غوار میں عرب۔ڈی ریزروائر اور زاگرس کے سماری چونا پتھر ایسی اعلیٰ معیار کی چٹانیں ہیں جو ہزاروں مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ہیں۔

زمین پر کہیں بھی اس پیمانے کی ساختیں نہیں ملتیں، اور یہی خلیج فارس کی پٹرولیم جیولوجی کو بے مثال بناتی ہیں۔

اس خطے کی دولت کا موازنہ دنیا کے دوسرے بڑے تیل و گیس بیسنز سے کیا جائے تو فرق واضح ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کا پرمین بیسن یا روس کا ویسٹ سائبیریا بھی بڑے ہیں مگر ان کی سورس راکس کی موٹائی، ریزروائر کی permeability اور ٹریپس کی کارکردگی خلیج فارس کے برابر نہیں۔ پرمین بیسن میں حالیہ افقی ڈرلنگ سے شیل آئل کی بوم آئی مگر وہ غیر روایتی ہے اور مہنگی ٹیکنالوجی پر انحصار کرتی ہے، جبکہ خلیج فارس میں روایتی تیل آسان اور سستا نکلتا ہے۔ اسی طرح شمالی سمندر کے ذخائر اب کم ہو رہے ہیں اور نئے بیسن جیسے گلف آف میکسیکو میں بھی پیداوار محدود ہے۔ خلیج فارس میں تیل کی پیداوار کی شرح اتنی بلند ہے کہ ایک کنواں اکیلے ہی ہزاروں بیرل روزانہ دے سکتا ہے، جو دوسرے خطوں میں نایاب ہے۔ یہ سب کچھ ارضیاتی خوش قسمت کا نتیجہ ہے جہاں سمندری ماحول، تلچھٹ کی موٹائی، حرارت کا درست تناسب اور ساختوں کی استحکام سب نے مل کر کام کیا۔

آج کے جدید دور میں خلیج فارس نہ صرف تیل اور گیس کا ذریعہ ہے بلکہ عالمی جیو پولیٹکس، معیشت اور ماحولیاتی تبدیلیوں کا مرکز بھی ہے۔ سعودی عرب، ایران، عراق، کویت، متحدہ عرب امارات اور قطر جیسے ممالک اس دولت سے مالا مال ہیں، مگر یہ دولت انہیں نعمت کے ساتھ ساتھ آزمائش بھی دیتی ہے۔ OPEC اور +OPEC جیسے اداروں کے ذریعے یہ خطہ عالمی تیل کی قیمتوں کو کنٹرول کرتا ہے، اور کوئی بھی علاقائی تنازعہ، چاہے وہ ایران سعودی مقابلہ ہو یا حالیہ مشرق وسطیٰ کے تنازعات، فوراً عالمی توانائی بحران پیدا کر دیتا ہے۔ (باقی صفحہ 15 پر)

معظم خان

پاکستانی لڑاکا طیاروں اور فوجی دستے کی سعودی عرب میں تعیناتی

فیلڈ مارشل جنرل عاصم منیر تہران اور وزیراعظم شہباز شریف جدہ میں: ”یہ دلچسپ ہے کہ امریکہ اب پاکستان کو واحد ثالث قرار دے رہا ہے“ غیر جانبدار ثالثی کے بیچ حالیہ عسکری تعیناتی کیا ظاہر کرتی ہے؟

تین ارب ڈالر کی حالیہ ڈیپازٹ، دفاعی معاہدے کی عملی تعیناتی اور سفارتی ہم آہنگی سب مل کر ایک ایسی داستان رقم کر رہے ہیں جو اسلامی دنیا کے دو اہم ممالک کی باہمی وفاداری، بھائی چارے اور مشترکہ عزائم کی مثال ہے

پاکستان اور سعودی عرب کی دوستی ایک ایسا تاریخی، اسٹریٹجک اور بھائی چارے پر مبنی رشتہ ہے جو نہ صرف دونوں ممالک کے عوام کے درمیان گہری جذباتی اور مذہبی ہم آہنگی کی عکاسی کرتا ہے بلکہ علاقائی استحکام، معاشی ترقی اور مشترکہ دفاعی مفادات کے فروغ میں بھی ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ دوستی دونوں ممالک کی آزادی کے بعد سے ہی قائم ہے جب پاکستان نے سعودی عرب کی ترقی اور سلامتی میں ہر ممکن تعاون کیا اور سعودی عرب نے پاکستان کی معاشی اور دفاعی ضروریات کو ہمیشہ ترجیح دی۔ حالیہ برسوں میں یہ رشتہ ایک نئی سطح پر پہنچا ہے جہاں ستمبر 2025 میں طے پانے والا دفاعی اسٹریٹجک معاہدہ اور اپریل 2026 میں پاکستانی لڑاکا طیاروں اور فوجی دستوں کی سعودی عرب میں تعیناتی نے اس دوستی کو ایک عملی اور قابل عمل شکل دی ہے۔ اسی دوران سعودی عرب کی جانب سے پاکستان کو تین ارب ڈالر کے اضافی ڈپازٹس کا اعلان بھی اس دوستی کی معاشی جہت کو مزید مضبوط کرتا ہے جو پاکستان کی معیشت کو استحکام فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ دونوں ممالک کے درمیان باہمی اعتماد اور وفاداری کی ایک نئی مثال قائم کرتا ہے۔ یہ پیش رفت ایک ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب خطے میں امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ بندی کے نازک مذاکرات اسلام آباد میں جاری تھے اور پاکستان نے غیر جانبدار ثالث کے طور پر اپنا کردار ادا کیا جس سے سعودی عرب نے بھی مکمل حمایت کا اظہار کیا۔ یہ سب کچھ پاکستان سعودی دوستی کی اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ یہ صرف ایک سفارتی یا معاشی تعلق نہیں بلکہ ایک اسٹریٹجک پارٹنرشپ ہے جو علاقائی چیلنجز کے سامنے دونوں ممالک کو ایک دوسرے کا سہارا بناتی ہے اور مشترکہ مفادات کی بنیاد پر امن و استحکام کی راہ ہموار کرتی ہے۔

پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دوستی کی بنیاد اسلام کے مشترکہ عقائد، ثقافتی ہم آہنگی اور تاریخی روابط پر قائم ہے جو 1960 کی دہائی سے ہی مضبوط ہوتے چلے آئے ہیں۔ سعودی عرب نے پاکستان کی آزادی کے فوراً بعد ہی اس کی معاشی اور دفاعی مدد شروع کی تھی اور 1970 کی دہائی میں سعودی فنڈز سے پاکستان میں متعدد ترقیاتی پروجیکٹس مکمل کیے گئے جن میں سڑکیں، پل اور توانائی کے منصوبے شامل تھے۔ اس دوران پاکستانی فوج نے سعودی عرب کی فوجی تربیت میں اہم کردار ادا کیا اور سعودی افواج کو جدید جنگی حکمت عملیوں کی تربیت دی جو آج بھی دونوں ممالک کے درمیان فوجی تعاون کی بنیاد ہے۔ 1990 کی دہائی میں خلیج جنگ کے دوران پاکستان نے سعودی عرب کی سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے فوجی دستے بھیجے تھے اور اس کے بدلے سعودی عرب نے پاکستان کو تیل کی سہولتوں اور مالی امداد فراہم کی۔ یہ رشتہ 2015 میں یمن جنگ کے وقت ایک امتحان سے گزرا جب سعودی عرب نے پاکستان سے فوجی مدد طلب کی لیکن پاکستانی پارلیمان نے اس کی منظوری نہ دی تاہم اس کے باوجود دونوں ممالک کے درمیان اعتماد برقرار رہا اور سعودی عرب نے پاکستان کی معاشی مشکلات کے حل میں ہمیشہ تعاون کیا۔ حالیہ برسوں میں یہ تعاون ایک نئی شکل اختیار کر چکا ہے جہاں سعودی عرب نے پاکستان کو اربوں ڈالر کی امداد دی ہے جو نہ صرف پاکستان کی زرمبادلہ ذخائر کو بڑھاتی ہے بلکہ اس کی معیشت کو بیرونی دباؤ سے نجات دلاتی ہے۔ تین ارب ڈالر کے حالیہ اضافی ڈپازٹس اسی تسلسل کی ایک نئی کڑی ہیں جو پانچ ارب ڈالر کے پرانے ڈپازٹس کے علاوہ ہیں اور سعودی عرب کی جانب سے پاکستان کی معاشی استحکام میں جاری سرمایہ کاری کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ امداد پاکستان کی مرکزی بینک میں جمع ہو گی جو زرمبادلہ ذخائر کو بڑھائے گی، قرضوں کی ادائیگیوں میں آسانی پیدا کرے گی اور پاکستان کی معیشت کو ایک نئی رفتار دے گی۔ یہ معاشی تعاون پاکستان سعودی دوستی کی اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے کہ سعودی عرب پاکستان کو نہ صرف ایک اتحادی بلکہ ایک بھائی سمجھتا ہے جو اس کی ہر مشکل میں شانہ بشانہ کھڑا رہتا ہے۔

ستمبر 2025 میں دونوں ممالک کے درمیان طے پانے والا دفاعی اسٹریٹجک معاہدہ پاکستان سعودی دوستی کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوا ہے جس نے دونوں ممالک کو ایک دوسرے کی سلامتی کو اپنی سلامتی سمجھنے کا عزم دلایا۔ اس معاہدے کے تحت کسی ایک ملک پر حملہ دوسرے پر حملہ سمجھا جائے گا اور دونوں ممالک مشترکہ طور پر دفاعی حکمت عملیاں تیار کریں گے۔ سعودی وزارت دفاع کے بیان کے مطابق پاکستانی لڑاکا اور معاون طیاروں پر مشتمل دستہ سعودی عرب میں تعینات کیا گیا ہے جس کا مقصد دونوں ممالک کی مسلح افواج کے درمیان مشترکہ عسکری ہم آہنگی کو مضبوط بنانا، عملی تیاری کے معیار کو بلند کرنا اور علاقائی و بین الاقوامی سطح پر امن و استحکام کے فروغ میں تعاون فراہم کرنا ہے۔ اپریل 2026 میں یہ تعیناتی عمل میں آئی جب پاکستانی لڑاکا طیارے اور فوجی دستے سعودی عرب کے کنگ عبدالعزیز ایئر بیس پر پہنچے۔ یہ اقدام ایک ایسے نازک وقت میں ہوا جب 11 اپریل کو اسلام آباد میں امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ بندی کے مذاکرات جاری تھے اور پاکستان نے ثالثی کا کردار ادا کیا۔ سعودی وزارت دفاع نے واضح کیا کہ یہ تعیناتی کسی جارحانہ مقصد کے لیے نہیں بلکہ مشترکہ دفاعی تعاون کو مضبوط بنانے کے لیے ہے جبکہ پاکستانی عہدیداروں نے بھی اسے دفاعی نوعیت کا قرار دیا۔ یہ پیش رفت سعودی عرب کی پاکستان کے ساتھ بڑھتی ہوئی قربت کا واضح اشارہ ہے اور سعودی عرب کو لاحق خطرات کیخلاف اضافی ڈیفنس فراہم کرتی ہے۔ مبصرین کا خیال ہے کہ یہ معاہدہ سعودی عرب کے واشنگٹن پر یکطرفہ انحصار کو کم کرتا ہے اور علاقائی سطح پر اس کے سفارتی و عسکری قد میں اضافہ کرتا ہے۔ سعودی عرب سمیت خلیجی ریاستوں میں امریکی سکیورٹی ضمانتوں پر بڑھتی تشویش کے پیش نظر پاکستان کے ساتھ یہ شراکت داری ایک دانشمندانہ حکمت عملی ہے جو متبادل پارٹنرز کی تلاش کو ظاہر کرتی ہے۔ سعودی ماہر حسن الشہری کے مطابق یہ اقدام سعودی عرب کی سکیورٹی ضمانتوں میں تنوع لاتا ہے اور پاکستان کے ساتھ متوازی دفاعی حکمت عملی قائم کرتا ہے جو کسی بھی ممکنہ حملہ آور کے لیے سعودی عرب پر حملے کی قیمت بڑھا دیتا ہے۔

پاکستان سعودی دوستی کی معاشی جہت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی دفاعی اور سفارتی۔ سعودی عرب نے پاکستان کو پچھلے کئی دہائیوں سے اربوں ڈالر کی امداد دی ہے جو تیل کی سہولتوں، گرانٹس اور ڈپازٹس کی صورت میں آئی ہے۔ حالیہ تین ارب ڈالر کے اضافی ڈپازٹس اسی تسلسل کی ایک اہم کڑی ہیں جو پاکستان کے زرمبادلہ ذخائر کو بڑھانے اور معیشت کو مستحکم کرنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ یہ ڈپازٹس پانچ ارب ڈالر کے پرانے ڈپازٹس کے علاوہ ہیں جو سعودی عرب نے پہلے ہی پاکستان کے پاس رکھے ہوئے ہیں اور ان کی مدت کو بھی مزید بڑھا دیا گیا ہے۔ سعودی عرب کی یہ مالی مدد پاکستان کی معیشت پر دباؤ کو کم کرتی ہے خاص طور پر جب پاکستان کو متحدہ عرب امارات کو تین اعشاریہ پانچ ارب ڈالر کی ادائیگی کرنی ہے۔ سعودی وزیر خزانہ محمد بن عبداللہ الجدعان کے ساتھ پاکستان کے وزیر خزانہ محمد اورنگزیب کی ملاقات کے بعد یہ اعلان کیا گیا جو دونوں ممالک کے درمیان معاشی شراکت داری کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ امداد نہ صرف پاکستان کی معیشت کو سہارا دیتی ہے بلکہ سعودی عرب کی پاکستان میں سرمایہ کاری کے منصوبوں کو بھی فروغ دیتی ہے جیسے توانائی، زراعت، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور انفراسٹرکچر کے شعبوں میں۔ دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کا فریم ورک بھی فعال ہے جو دفاعی معاہدے کے بعد مزید مضبوط ہوا ہے۔ یہ سب کچھ پاکستان سعودی دوستی کی اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ یہ رشتہ ایک طرف سے دوسری طرف کا فائدہ نہیں بلکہ باہمی فائدے پر مبنی ہے جہاں سعودی عرب پاکستان کی معاشی استحکام کو اپنے علاقائی مفادات کا حصہ سمجھتا ہے اور پاکستان سعودی عرب کی سلامتی کو اپنی سلامتی کا ضامن مانتا ہے۔

خطے میں حالیہ پیش رفتوں نے پاکستان سعودی دوستی کو مزید اہمیت دی ہے خاص طور پر جب امریکہ اور اسرائیل کے تہران پر حملوں کے بعد ایران نے خلیجی ممالک کی تیل تنصیبات کو نشانہ بنایا۔ اس صورتحال میں پاکستانی فوجی دستوں کی سعودی عرب میں تعیناتی سعودی عرب کے لیے ایک اضافی حفاظتی ڈھال ثابت ہوگی اور یہ اقدام پاکستان کے اتحادیوں سے وفاداری کا پیغام بھی دیتا ہے۔ پاکستانی عہدیداروں کے مطابق یہ تعیناتی کسی پر حملہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ مشترکہ تیاری اور ہم آہنگی کے لیے ہے جو دونوں ممالک کے درمیان دفاعی شراکت داری کو عملی شکل دے گی۔ تاہم یہ اقدام کچھ چیلنجز بھی پیدا کرتا ہے جیسے پاکستانی فوجی ٹیکنالوجی جو زیادہ تر چین سے حاصل کی جاتی ہے اور سعودی عرب کے امریکی ساختہ دفاعی نظاموں جیسے تھاڈ اور پیٹریاٹ کے درمیان ہم آہنگی کا مسئلہ۔ ماہرین کے مطابق یہ چیلنجز قابل حل ہیں کیونکہ پاکستان امریکی اور فرانسیسی ٹیکنالوجی کا بھی تجربہ رکھتا ہے اور سعودی عرب خود بھی بعض چینی ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ سیبسٹین رویلن جیسے امریکی ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ تعیناتی سعودی عرب کی امریکی انحصار سے نکلنے کی کوشش ہے اور پاکستان کے ساتھ شراکت داری واشنگٹن پر دباؤ بھی ڈالتی ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ شلش کے مطابق یہ علامتی طور پر بھی اہم ہے جو سعودی عرب کے دفاع کے لیے پاکستان کے عزم کو ظاہر کرتا ہے۔

پاکستان کی سفارتی غیر جانبداری اور سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کے درمیان توازن بھی ایک اہم پہلو ہے۔ حالیہ دنوں میں پاکستان نے امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات کی میزبانی کی جبکہ فیلڈ مارشل عاصم منیر تہران کا دورہ کر رہے تھے اور وزیراعظم شہباز شریف جدہ میں سعودی ولی عہد محمد بن سلمان سے ملاقات کر رہے تھے۔ ان ملاقاتوں میں سعودی ولی عہد نے پاکستان کی امن کوششوں کی تعریف کی اور پاکستان نے سعودی عرب کیلئے مکمل یکجہتی کا اظہار کیا۔ یہ سب کچھ پاکستان کی فعال سفارتکاری کو ظاہر کرتا ہے جو علاقائی تنازعات کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ سوشل میڈیا اور عالمی تجزیہ کاروں نے بھی پاکستان کو عالمی سیاست کا اہم کھلاڑی قرار دیا ہے۔ مائیکل کوگلمین اور مشاہد حسین سید جیسے مبصرین نے اسے پاکستان کی کامیابی قرار دیا۔ یہ دوستی نہ صرف ماضی کی بنیاد پر قائم ہے بلکہ مستقبل کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھی تیار ہے جہاں دونوں ممالک مشترکہ طور پر علاقائی امن، معاشی ترقی اور دفاعی استحکام کیلئے کام کریں گے۔

پاکستان سعودی دوستی کی یہ جامع تصویر اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ یہ رشتہ وقت کے ساتھ مزید مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ تین ارب ڈالر کی حالیہ ڈیپازٹ، دفاعی معاہدے کی عملی تعیناتی اور سفارتی ہم آہنگی سب مل کر ایک ایسی داستان رقم کر رہے ہیں جو اسلامی دنیا کے دو اہم ممالک کی باہمی وفاداری، بھائی چارے اور مشترکہ عزائم کی مثال ہے۔ یہ دوستی نہ صرف دونوں ممالک کے عوام کے لیے فائدہ مند ہے بلکہ پورے خطے کے لیے امن اور استحکام کا ضامن بھی ہے۔ آئندہ برسوں میں یہ شراکت داری مزید گہری ہوگی اور دونوں ممالک ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے رہیں گے۔

مذاکرات کی شرط: ایران کے دنیا بھر میں منجمد اثاثوں کی مالیت کیا ہے؟

سنہ 1979 کے اسلامی انقلاب کے بعد صدر جمی کارٹر کی جانب سے ایرانی اثاثوں کے انجماد سے لے کر آج 2026 تک، ایران کے اربوں ڈالر مالیت کے اثاثے مختلف شکلوں میں دنیا کے مختلف حصوں میں منجمد ہیں۔

میگزین رپورٹ......

پاکستان کی ثالثی میں گذشتہ ہفتے اسلام آباد میں امریکہ اور ایران کے درمیان ہونے والے براہ راست مذاکرات سے قبل سینیئر ایرانی رہنماؤں نے اپنے ملک کے ضبط شدہ اثاثوں کی بحالی کا پیشگی مطالبہ کیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ ایرانی حکام یہ مطالبہ بھی کر رہے ہیں کہ اس جنگ کے دوران ہونے والے ایران میں ہونے والی مادی نقصانات کا ازالہ بھی کیا جائے۔ منگل کے روز اقوام متحدہ میں ایران کے سفیر نے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس کے نام خط میں جنگ کے دوران ایران کو پہنچنے والے نقصانات کے ازالے کے لیے مختلف ممالک سے ہرجانہ ادا کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اگرچہ ایران کی جانب سے سرکاری سطح پر یہ مطالبات کیے جا رہے ہیں تاہم اب تک امریکہ یا دیگر ممالک کی جانب سے ان پر کوئی ردعمل نہیں آیا ہے۔ تو پہلے ایک نظر دوڑاتے ہیں کہ ایران نے اپنے نقصانات کا تخمینہ کیا لگا رکھا ہے۔

ایرانی پاسدارانِ انقلاب سے منسلک خبر رساں ادارے 'تسنیم نیوز' کے مطابق ایران جنگ سے ہونے والے نقصانات کا تخمینہ لگانے کا عمل جاری رکھے ہوئے ہے تاکہ ہرجانے کے معاملے کو مذاکرات میں شامل کیا جا سکے۔ روسی میڈیا سے گفتگو میں ایرانی حکومت کی ترجمان فاطمہ مہاجرانی نے کہا ہے کہ 'ابتدائی اور محتاط اندازے کے مطابق اب تک ہونے والا نقصان تقریباً 270 ارب ڈالر بنتا ہے تاہم اس رقم میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔' تسنیم کے مطابق روسی میڈیا سے گفتگو میں فاطمہ مہاجرانی نے مزید کہا کہ 'ایرانی حکام نقصانات کے اس جائزے میں عمارتوں اور انفراسٹرکچر کو پہنچنے والے نقصان اور صنعتی سرگرمیوں کی بندش سے ہونے والے مالی خسارے کا حساب بھی شامل ہے۔'

ایرانی سرکاری خبر رساں ادارے 'ارنا' کے مطابق فاطمہ مہاجرانی نے دعویٰ بھی کیا کہ ہرجانے کی ادائیگی کا معاملہ اسلام آباد میں ہونے والے مذاکرات کے دوران امریکہ کے ساتھ ہونے والی بات چیت میں بھی زیرِ بحث آیا تھا۔ برطانوی نشریاتی ادارہ فاطمہ مہاجرانی کے اس دعوے کی آزادنہ تصدیق نہیں کر سکتا ہے۔

اثاثوں کا انجماد

سنہ 1979 کے اسلامی انقلاب کے بعد صدر جمی کارٹر کی جانب سے ایرانی اثاثوں کے انجماد سے لے کر آج 2026 تک، ایران کے اربوں ڈالر مالیت کے اثاثے مختلف شکلوں میں دنیا کے مختلف حصوں میں منجمد ہیں۔

ایران کے سرکاری میڈیا کے مطابق، حالیہ جنگ بندی کے بعد منجمد اثاثوں کا معاملہ ایک بار پھر مذاکرات میں امریکی سنجیدگی کے لیے بنیادی امتحان بن کر سامنے آیا ہے۔

ایرانی خبر رساں ادارے 'پریس ٹی وی' کے مطابق گذشتہ 47 برسوں کے دوران امریکہ ایران کی قومی دولت کے اربوں ڈالر روکے ہوئے ہے، جن میں تیل کی آمدن، مرکزی بینک کے ذخائر اور تجارتی اثاثے شامل ہیں۔ یہ اثاثے صدارتی احکامات کے ذریعے مختلف اوقات میں ضبط کیے گئے اور 'سیاسی دباؤ کے تحت' مسلسل منجمد رکھے گئے ہیں۔

ایرانی اثاثوں کے سب سے پہلے اور بڑے پیمانے پر انجماد کا فیصلہ 14 نومبر 1979 کو کیا گیا تھا، جب صدر جمی کارٹر نے ایگزیکٹیو آرڈر پر دستخط کیے۔ اس کے نتیجے میں امریکی بینکوں میں موجود تقریباً آٹھ ارب ڈالر مالیت کے ایرانی سرکاری اثاثے منجمد کر دیے گئے۔ یہ حکم صرف ایرانی حکومتی اکاؤنٹس تک محدود نہیں تھا بلکہ اس میں مرکزی بینک آف ایران اور وہ تمام ایرانی ادارے شامل تھے جو امریکی مالیاتی نظام سے وابستہ تھے۔

پریس ٹی وی کے مطابق اس فیصلے کے بعد بڑے امریکی اور بین الاقوامی بینکوں، سٹی بینک، چیس مین ہیٹن، بینک آف امریکہ، ایچ ایس بی سی، سٹینڈرڈ چارٹرڈ، بی این پی پیریباس، ڈوئچے بینک، کومرز بینک، کریڈٹ سوئس اور بارکلیز، نے ایران کے ساتھ اپنے مالی تعلقات منقطع کر دیے تھے۔ یہ معاشی پابندیاں بینکاری نظام تک محدود نہ رہیں بلکہ صنعتی اور توانائی کے شعبوں تک پھیل گئیں۔ شیل، ٹوٹل، ای این آئی، زیمنز، جنرل الیکٹرک اور بوئنگ جیسی عالمی کمپنیوں نے ایران میں اپنے منصوبے ترک کر دیے، جس کے نتیجے میں کئی منصوبے ادھورے رہ گئے اور ایرانی سرمایہ پھنسا رہ گیا۔

سنہ 1981 کے الجزائر معاہدوں کے تحت منجمد اثاثوں کا کچھ حصہ ایران کو واپس کیا گیا، تاہم یہ بحالی نامکمل تھی اور سخت شرائط کے ساتھ کی گئی۔ ایران کو تقریباً 3.6 ارب ڈالر ملے، جو اصل منجمد شدہ رقم سے کم تھے۔ باقی رقم امریکی کمپنیوں اور شہریوں کی جانب سے دائر کردہ دعووں کی ادائیگی کے لیے روک لی گئی۔ پریس ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق اسی معاہدے کے تحت دی ہیگ میں ایران، امریکہ کلیمز ٹریبونل قائم کیا گیا، جو آج بھی دونوں ممالک کے درمیان مالی اور تجارتی تنازعات کی سماعت کر رہا ہے۔

جوہری معاہدہ اور پابندیوں میں مختصر نرمی کا دور ایران کے منجمد اثاثوں کی کل مالیت کے بارے میں کوئی سرکاری اعداد و شمار موجود نہیں۔ تاہم مختلف ذرائع کے مطابق 1979 میں اثاثوں کے پہلے بڑے انجماد کی مالیت تقریباً آٹھ سے 11 ارب ڈالر کے درمیان تھی۔ 2015 میں ایران اور عالمی طاقتوں کے درمیان جوہری معاہدہ (جے سی پی او اے) طے پانے کے بعد 1979 کے بعد پہلی مرتبہ پابندیوں میں حقیقی نرمی کی امید پیدا ہوئی۔ اس موقع پر ایران کے بیرونِ ملک منجمد اثاثوں کے حجم کے بارے میں متعدد اور متضاد اندازے سامنے آئے۔ اس وقت کے امریکی صدر باراک اوباما نے ایک انٹرویو میں منجمد ایرانی اثاثوں کی مالیت تقریباً 100 ارب ڈالر بتائی، تاہم بعدازاں انھوں نے یہ تخمینہ کم کرتے ہوئے اسے 50 سے 60 ارب ڈالر کے قریب قرار دیا۔

اسی سال اگست 2015 میں اس وقت کے گورنر سنٹرل بینک آف ایران، ولی عاصف نے کہا تھا کہ ایران کے منجمد اثاثے تقریباً 29 ارب ڈالر ہیں، جن میں سے 23 ارب ڈالر جاپان، جنوبی کوریا اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک کے مرکزی بینکوں میں رکھے گئے تھے، جبکہ تقریباً 6 ارب ڈالر انڈیا کو تیل کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدن پر مشتمل تھے۔ جوہری معاہدے کے تحت اثاثوں کی بحالی نمایاں مگر نامکمل ثابت ہوئی۔ ایران کو تقریباً 50 سے 60 ارب ڈالر تک کے منجمد فنڈز تک رسائی ملی، جو زیادہ تر ایسکرو اکاؤنٹس میں رکھے گئے تھے، لیکن یہ ریلیف عارضی ثابت ہوا۔

مئی 2018 میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی قیادت میں امریکا نے یکطرفہ طور پر جوہری معاہدے سے دستبرداری اختیار کی اور ایران پر سخت پابندیاں دوبارہ نافذ کر دیں، جن کے نتیجے میں وہ اثاثے بھی دوبارہ منجمد ہو گئے جو صرف تین سال پہلے بحال کیے گئے تھے۔

قطر: قیدیوں کا تبادلہ اور دوبارہ انجماد

ستمبر 2023 میں امریکہ اور ایران کے درمیان قیدیوں کے تبادلے نے ایک بار پھر منجمد ایرانی اثاثوں کے معاملے کو عالمی توجہ کا مرکز بنا دیا تھا۔ قطر کی ثالثی میں طے پانے والے اس معاہدے کے تحت امریکہ نے اجازت دی کہ جنوبی کوریا کے بینکوں میں موجود ایران کی منجمد تیل آمدنی میں سے تقریباً چھ ارب ڈالر قطر کے دارالحکومت دوحہ میں قائم 'رسٹرکٹڈ اکاؤنٹس' میں منتقل کیے جائیں۔ یہ رقوم جنوبی کوریا کو ایران کے تیل کی فروخت سے حاصل ہوئیں تھیں، جو سنہ 2018 میں پابندیاں دوبارہ نافذ ہونے سے پہلے جمع ہوئیں۔

ان فنڈز کو قطری بینکوں میں ایک سخت شرط کے ساتھ رکھا گیا: انھیں صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اشیا، جیسے خوراک، ادویات، طبی آلات اور زرعی مصنوعات کی خریداری کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا، اور ہر ادائیگی کے لیے امریکی وزارتِ خزانہ کی منظوری لازم تھی، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ رقوم کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہ ہوں۔

برطانوی نیوز کی 2023 کی ایک خبر کے مطابق امریکی وزیرِ خارجہ انتونی بلنکن نے کانگریس کو بتایا کہ یہ رقم ایران کو صرف 'محدود فائدہ' دے گی، کیونکہ اسے صرف انسانی بنیادوں پر تجارت کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔ انھوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی تھی کہ اس قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے کے تحت امریکہ میں زیرِ حراست پانچ ایرانی شہریوں کو بھی رہا کیا جائے گا۔

جب قطر کے امیر نے تہران میں آیت اللہ سید علی خامنہ ای سے ملاقات کی تو ایرانی رہبرِ اعلیٰ نے مطالبہ کیا تھا کہ قطر دوحہ میں رکھے گئے ایران کے چھ ارب ڈالر کے تیل محصولات جاری کرے۔ تاہم اکتوبر 2024 میں ایران کے خلاف اسرائیلی جنگ کے آغاز کے بعد صورتحال ایک بار پھر بدل گئی۔ امریکہ نے قطر کو ہدایت کی کہ وہ ایران کی ان فنڈز تک رسائی روک دے، جس کے نتیجے میں چھ ارب ڈالر بدستور ناقابلِ رسائی رہے۔

حال ہی میں ایرانی وزیرِ خارجہ عباس عراقچی نے ایک انٹرویو میں اس بات پر زور دیا کہ ایران کا اعتماد حاصل کرنا آسان نہیں، کیونکہ برسوں سے امریکہ کے اقدامات کے باعث ایرانی فنڈز مختلف ممالک میں منجمد ہیں۔ ان کے مطابق، ایران نے اپنی ذمہ داریاں نبھائی ہیں، جبکہ امریکہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے، اور اعتماد سازی کے لیے اسے ٹھوس عملی اقدامات اٹھانا ہوں گے۔

عباس عراقچی نے واضح کیا کہ ایران کے بلاک شدہ فنڈز کی بحالی ایک ناقابلِ گفت و شنید شرط ہے، اور اس کے بغیر کسی بھی مذاکرات سے کسی خاطر خواہ پیش رفت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

کائنات ہم میں ہے

تحریر: سلمان حبیب

قسط نمبر۔(9)

سوسال پرانی کہانی، جس میں پراسرار عمارت میں احمد صلاغی اپنی نوجوان پوتی اور خوبصورت شریر پوتے کے ساتھ آیا اور اس نے عمارت کے تمام دروازے بند کرائے۔ ایک ٹریفک حادثے میں اس کا بیٹا اور بہو ہلاک ہوگئے، پوتی اور پوتے کی ذمے داری احمد صلاغی پر آپڑی تھی۔

(گذشتہ قسط کا آخری پیراگراف)

''ریحان، ہم یہاں ایک نہایت سنسنی خیز اور حیران کن ماحول تخلیق کریں گے، میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم سونے کے اس گھومتے ہوئے اسٹیج کی طرف دیکھو۔''
فوراً ہی ریحان کی گردن اسٹیج کی طرف گھومی تو پیری نے دوسرا حکم جاری کیا۔
''میں چاہتی ہوں کہ تم اس اسٹیج کو فضاء میں بلند کردو۔'' یہ کہہ کر پیری خاموش ہوگئی۔ اس وقت وہ بڑے غور سے ریحان کی طرف دیکھ رہی تھی ریحان کے ماتھے پر اچانک ہی رگیں ابھر آئی تھیں اور پھر پیری نے بمشکل اپنے حواس کو قابو میں کیا۔ وہ اسٹیج کو آہستہ آہستہ فضاء میں بلند ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ فولاد کی مضبوط شافٹ جس پر اسٹیج گھوم رہا تھا، آہستہ آہستہ باہر نکل رہی تھی۔ تقریباً ایک فٹ تک باہر نکل کر وہ اپنی رک گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ اب اسٹاف میں مزید باہر نکلنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اسٹیج اس وقت بھی اپنے پیرگھوں پر گردش کررہا تھا۔ ایک سیکیورٹی آفیسر جو داخلی دروازے کے قریب کھڑا تھا، اچانک ہی دوڑتا ہوا اسٹیج کی طرف آیا۔ اس نے یقیناً کوئی عجیب بات محسوس کرلی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے جو کچھ دیکھ رہا تھا اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، پھر گڑگڑاہٹ کا شور سنتے ہی اس نے کنٹرول روم کے افسران کو اسٹیج کو دوبارہ محفوظ کردینے کا حکم دیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کنٹرول روم کا اسٹاف اسٹیج کو محفوظ کرتا کٹ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی اسٹیج کی شاخ اپنی جگہ سے باہر نکل چکی تھی

(آگے پڑھیے)

اور دوسرے لمحے سونے کی بے شمار اینٹوں سے لدا ہوا اسٹیج فضاء میں بلند ہورہا تھا جیسے کوئی غبارہ آہستہ آہستہ فضاء میں جارہا ہو، سیکیورٹی اسٹاف کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں جو کچھ ان کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں وہ اس پر یقین نہیں کرسکتے تھے، پیری خود اتنی حیران رہ گئی تھی کہ اس کے ہاتھ سے کنٹرول یونٹ پھسل کر فرش پر گر پڑا۔ ایک سیکیورٹی گارڈ سکتے میں نہ ہوتا تو معاملہ گڑبڑ بھی ہوسکتا تھا، پیری نے فوراً ہی کنٹرول یونٹ کو اٹھا کر چیک کیا اور سرگوشی کرتے ہوئے ریحان کو حکم دیا۔
''ریحان ان ٹرالیوں کا راستہ بند کردو اور ان ٹرالیوں کو سیکیورٹی گارڈ کے پیچھے لگادو۔''
پیری کا جملہ مکمل ہوتے ہی ریلوے لائن کی طرز کی بچھی ہوئی پٹریوں سے تین ٹرالیاں اچھل کر الگ ہوئیں اور سیدھی سیکیورٹی گارڈ کی طرف آئیں، ایک لیڈی سیکیورٹی گارڈ نے اس قدر خوفناک چیخ ماری تھی کہ کچھ لمحوں کے لئے خود پیری بھی بوکھلا گئی۔ ٹھوس فولاد کی مضبوط ٹرالیاں کسی بلے لینڈ کی ڈاجنگ کاروں کی طرح گارڈ کے پیچھے تھیں اور سیکیورٹی گارڈز ان کی خوفناک ٹکر سے بچنے کے لئے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے، اس کے بعد کا منظر پیری کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا تھا، وہ دوسری طرف منہ کرکے کھڑی ہوگئی اور چند لمحوں کے بعد تماش بینوں کے قہقہوں نے اسے ایک طرف متوجہ کیا، ٹرالیاں اس وقت روبوٹ سیکیورٹی گارڈ کو ٹکریں ماررہی تھیں اور فولاد کے روبوٹ ادھر ادھر لڑھکتے پھر رہے تھے، پیری نے ایک نیا حکم دیا،
''تمام لیڈیز سیکیورٹی گارڈز کو فضاء میں معلق کردو۔'' اس حکم کے ساتھ ہی میوزیم میں سینکڑوں خوفناک چیخیں بلند ہوئی تھیں، پیری نے ایک لمحے کے لئے تماش بینوں کی طرف دیکھا، نمائش کے لئے آنے والے مرد اور عورتیں گویا اس وقت ہذیان میں مبتلا ہوگئے تھے، وہ میوزیم سے نکلنے کے لئے دروازے کو ل کر توڑ دینا چاہتے تھے لیکن میوزیم کے سسٹم سے منسلک دروازے نہ تو اپنی مرضی سے کھل سکتے تھے اور نہ ہی اتنے کمزور تھے کہ ان کے توڑنے سے ٹوٹ جاتے۔
بیشتر عورتیں اس وقت ہسٹیریا کا شکار تھیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے لیڈی سیکیورٹی گارڈز کو فضا میں بلند ہوتا دیکھ رہی تھیں، ایک لیڈی گارڈ نے اپنے قدموں سے فرش کھلتے ہی سہارے کے لئے اپنی ہی گردن کو دونوں ہاتھوں سے سختی سے تھام لیا، میوزیم میں دوسری مرتبہ بلند ہونے والی چیخیں پہلے سے بھی زیادہ خوفناک تھیں۔
پیری نے پاگل ہوجانے والے ان گارڈز کو حیرانی اور خوف سے دیکھا جو اپنی شاٹ گنوں سے ٹرالیوں پر اندھا دھند فائرنگ کررہے تھے، پھر شاٹ گنیں خالی ہوتے ہی وہ جان بچانے کے لئے دوڑنے اور بھاگنے لگے۔ ایک سیکیورٹی گارڈ کی قسمت نے خوب یاروی کی، ایک لیڈی سیکیورٹی گارڈ جو سرے تقریباً سات آٹھ فٹ کی بلندی پر ہوا میں معلق تھی، بدحواس گارڈ نے اس کے پاؤں پکڑے جس کی وجہ سے وہ عورت اسی گارڈ کے اوپر گرپڑی۔ گارڈ اس کا وزن برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہوگیا تھا۔
کنٹرول روم میں بیٹھے ہوئے افراد غالباً سکتے کی کیفیت سے باہر نکل آئے تھے وہ بار بار اپنے سر کو جھٹک رہے تھے جیسے کچھ لمحے بیشتر وہ کوئی خوفناک خواب دیکھ رہے ہوں۔

☆

چاروں لڑکے زریچہ میں اس طرح گم ہوگئے تھے کہ ان میں سے کسی کا دل اسے چھوڑنے کو نہیں چاہتا تھا، لیکن شیری سب سے زیادہ اس سے متاثر تھا، اب ان کی خواہش تھی کہ وہ ہر لمحے زریچہ کے ساتھ رہیں۔
زریچہ کا چہرہ اتر گیا تھا، بال بکھر گئے تھے اور ہونٹ خشک ہوگئے تھے، وہ اپنے بھائی کے لئے دیوانی ہوتی جارہی تھی، اس کا زیادہ تر وقت اپنے بھائی سے ذہنی رابطے میں مصروف ہوتا تھا، اس وقت بھی ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک زریچہ چیخ پڑی۔
''سونا... آہ سونے کے ڈھیر سونے کے ڈھیر۔'' اس نے ایک دم چیخ سی ماری اور لڑکے اسے دیکھنے لگے ان کا خیال تھا کہ زریچہ کو پھر پاگل پن کا دورہ پڑا ہے، وہ بھائی کے بچھڑنے کے صدمے سے بری طرح نڈھال ہوگئی تھی۔ وہ اس وقت ایک مصروف سڑک پر موجود تھے جہاں کئی عمارتیں تھیں اور ایک بڑی سی عمارت کے سامنے زریچہ رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

☆

ہال میں بے انتہاء تباہی مچی ہوئی تھی، کیمرے ٹوٹ پھوٹ ہوکر رہ گئے اور دیر تک ان کے اندر سے دھواں نکلتا رہا۔ ایک سیکیورٹی آفیسر جو اس وقت بھی کنٹرول پینل پر جھکا ہوا جدوجہد میں مصروف تھا، کمپیوٹر پینل سے بجلی کے اسپارک نکلتے دیکھ کر بدحواس ہوکر دور ہٹ گیا، لیکن اس کے بعد بھی اس نے ہمت نہیں ہاری اور میوزیم کے باہر لگی ہوئی خطرے کی گھنٹی بجانے کی کوشش کرنے لگا، لیکن اس مرتبہ اسے شدید کرنٹ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔
ریحان کی لامحدود طاقتوں نے بجلی کے نظام کو بھی معطل کردیا تھا، بجلی کا نظام فیل ہوتے ہی ہر طرف سکوت سا چھا گیا، اگرچہ میوزیم میں اندھیرا سا پھیل گیا تھا لیکن پیری کی آنکھیں اس وقت بھی سونے اور جواہرات کو دیکھ رہی تھیں، منصوبے کے تیسرے حصے پر عمل درآمد کا وقت آگیا تھا، میوزیم کی چھت کے قریب ہوا میں معلق اسٹیج اب نیچے اتر رہا تھا۔
''اب یہ تمام سونا میری ملکیت ہے۔''
اسٹیج کے دوبارہ اپنی شافٹ پر آتے ہی پیری نے دونوں بازو آگے بڑھائے لیکن ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کی نظر اچانک ہی ان دو سیکیورٹی گارڈز پر پڑی جو اسٹیج کے کناروں سے چمٹے ہوئے تھے اور اسٹیج کی واپسی کے ساتھ ہی ہوش میں آگئے تھے، جو کچھ میوزیم میں ہوچکا تھا اس کا بیشتر حصہ وہ شاید نہیں دیکھ پائے تھے لیکن جو کچھ ان کے ساتھ ہوچکا تھا وہ اتنا کافی تھا کہ ان کی عقل ٹھکانے آگئی تھی۔
''میں تمہیں بتارہی ہوں ڈاکٹر وہ لڑکی گڑبڑ کررہی ہے۔'' پیری کی چیخ سن کر ڈاکٹر لیموس نے بھی سر نکال کر اس لڑکی کی طرف دیکھا اور بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ پھر اس کا ایک ہاتھ ہونٹوں کے پاس گیا اور اب وہ مائنڈ کنٹرول یونٹ پر ریحان سے مخاطب تھا۔
''ریحان میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس کار پر سے اپنی بہن کی مداخلت کو ختم کردو۔''
ریحان نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا لیکن لیموس کے حکم کی فوراً ہی تعمیل ہوئی تھی۔ کار کئی گز تک گویا ہوا میں اڑتی ہوئی گئی تھی۔ اس طرح کہ جیسے خلائی جہاز ایک جھٹکے سے اپنے دوسرے حصے سے الگ ہوتا ہے۔ دانیال نے ایکسی لیٹر سے پیر ہٹا کر گاڑی کی اسپیڈ کو کم کرنے کی کوشش کی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس نے بریک بھی دبایا تھا۔ لیکن بریک فیل ہوچکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دانیال کے منہ سے پھٹی پھٹی آواز نکلی۔
لیکن لیموس پر اس کی چیخ کا کوئی ردعمل نہیں ہوا تھا، پیری بھی کار کی اس برق رفتاری پر چونکی تھی۔ جھٹکا لگنے سے اس کا سر پہلے چھت اور پھر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔ لیکن لیموس کو مطمئن دیکھ کر وہ بھی سنبھل کر بیٹھ گئی۔ میوزیم کے اطراف میں کھڑی ہوئی پولیس اور سینکڑوں ہزاروں آدمیوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے کار کی پرواز کا منظر دیکھا تھا۔ یہ کار پولیس کاروں کا گھیرا توڑے بغیر ہی فضا میں پرواز کرتی ہوئی باہر جاچکی تھی اور پھر اس نے بڑی شاندار لینڈنگ کرتے ہوئے سڑک پر ریس لگادی۔
اس کی رفتار کو دیکھتے ہوئے کسی پولیس وین یا پیٹرولنگ کار نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ادھر زریچہ نے مسرت اور آنسو بھری آنکھوں سے کار کی پرواز کا منظر دیکھا اور دل تھام کر رہ گئی۔ ایک لمحے پہلے اگر اس صورت حال کا اندازہ ہوتا تو وہ کار کو روک سکتی تھی، لیکن اب اس کار کو روکنا بھی ناممکن تھا، وہ سمجھ گئی تھی کہ اب گاڑی کا کنٹرول ریحان کے قبضے میں ہے۔ لیکن شاید اسی وقت قدرت کو اس کے آنسوؤں پر ترس آگیا۔ اس نے اس منی بس کو دیکھا جو ان لوگوں کے قریب آکر رکی تھی اور اس میں سے کسی نے سر نکال کر شیری کو مخاطب کیا تھا۔
''اوہو.. تم لوگ یہاں کیا کررہے ہو، اور یہ سب کچھ یہاں کیا ہورہا ہے؟''
''جلدی.. جلدی.. میری جان جلدی..''
شیری نے منی بس کے ڈرائیور سے کہا جو یقینی طور پر اس کا بہت ہی اچھا جاننے والا تھا۔ پھر شیری زریچہ سے مخاطب ہوکر بولا۔
''آؤ.. جلدی آؤ...''
وہ پانچوں منی بس کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے اور شیری نے ڈرائیور سے کہا۔
''اگر تم نے ابھی چند لمحے قبل جو ایک کار کی پرواز دیکھی ہے تمہیں اس کا پیچھا کرنا ہے، اس کے اندر اس لڑکی کا بھائی ہے، پلیز اسے پکڑو، کیا تم اس کار کو پکڑلوگے؟'' (جاری ہے)

شام کے سائے تلے

تفسیر شہاب کا جگری دوست تھا، اگر اسے اسٹیشن پر ریسیو نہ کیا جاتا تو بگڑ جاتا، اس لئے نجانے کتنے عرصے کے بعد شہاب نے ریلوے اسٹیشن پر قدم رکھا تھا۔ سیاہ چادر گیٹ سے نکلی ٹکٹ چیکر جگہ چھوڑ چکا تھا اس لئے گیٹ خالی پڑا تھا

تحریر: بسمیٰ راحت

(قسط نمبر 95)

(گذشتہ قسط کا آخری پیراگراف

''ہوں، ایسا کرو اگر کوئی دقت نہ ہو تو آؤ میرے ساتھ چلو، مجھے تھوڑا سا کام ہے اس کے بعد ہم اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اگر واقعی فٹ پاتھیے کے تو یقیناً شہر کے کسی نہ کسی علاقے میں نظر آجائے گا، ممکن ہے گرومندر کے عقبی پارک میں ہی مل جائے وہ جگہ بہت سے لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔''

''میں حاضر ہوں شہاب بھائی، بھلا اس میں مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

''تو پھر جاؤ جلدی سے کپڑے بدل کر آجاؤ۔'' شہاب نے کہا۔

''میرے کپڑے تو ٹھیک ہیں شہاب بھائی آپ تیار ہوجائیے۔''

''ہوں چلو پھر چلتے ہیں بلکہ ایسا کرو کہ تم میرے ساتھ باہر نہیں نکلو گے تم چلے جاؤ اور کوٹھی سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوکر میرا انتظار کرو، میں آرہا ہوں سمجھ رہے ہو نا میری بات، یہاں سے اس طرح ساتھ نکلنا مناسب بات نہیں ہے میں نہیں چاہتا کہ دوسروں کو ہماری اس قربت کا علم ہو، ویسے بھی میں نے تمہیں اپنے لئے پرائیویٹ جاسوس منتخب کیا ہوا ہے اور کوٹھی میں ہونے والے معاملات سے تمہارے ذریعے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہوں ابھی تو کوئی ایسا مسئلہ درپیش نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ کوئی ایسی بات ہوجائے کہ مجھے تمہاری ضرورت پیش آجائے۔'

(آگے پڑھیے)

''رشید سے اچھا دوست آپ کو دوسرا کوئی نہیں ملے گا شہاب بھائی، اچھا میں چلتا ہوں، کوٹھی سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر آپ سے ملاقات کروں گا۔''

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔'' شہاب نے کہا،

رشید باہر نکل گیا، اس کے جانے کے بعد شہاب اس کی گفتگو کے بارے میں سوچتا رہا تھا، ردا کے بارے میں اگر واقعی کوئی بات معلوم ہو رہی ہے تو اس کا معلوم کرنا ضروری ہے، تھوڑی دیر کے بعد شہاب کی کار کوٹھی سے باہر نکل رہی تھی، تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر رشید ایک جگہ کھڑا ہوا نظر آیا اور شہاب نے کار روک کر رشید کو بٹھالیا، شہاب کو کئی کام تھے، چنانچہ وہ اپنے کاموں کے سلسلے میں مختلف لوگوں سے ملتا رہا اور تقریباً ایک بجے اس کام سے فراغت حاصل ہوئی۔ پھر شہاب نے رشید کو ایک بہت عمدہ سے ہوٹل میں اپنے ساتھ کھانا کھلایا رشید پھولا نہیں سمارہا تھا، شہاب کے بارے میں اسے کوٹھی میں رہ کر کافی معلومات حاصل ہوگئی تھیں، شہاب بے حد مغرور قسم کا آدمی تھا اور کسی بھی نچلی سطح کے شخص کو منہ لگانے کا قائل نہیں تھا لیکن رشید پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی نظر عنایت ہوگئی تھی اور رشید اس بات سے بہت خوش تھا، شاندار ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد شہاب رشید کے ساتھ باہر نکلا اور ثاقب کی تلاش شروع ہوگئی۔ گرومندر کے پارک میں دیکھا گیا، لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا، اس کے بعد ایسی تمام جگہیں دیکھ ڈالی گئیں جہاں اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، لیکن ثاقب کا کہیں پتہ نہیں تھا اور رشید مایوس ہوتا جارہا تھا۔

دفعتہً شہاب نے کہا'' رشید ایسے تو اس شخص کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر تم کہتے ہو کہ وہ ردا کو اسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کرے جہاں اس نے ردا کو دیکھا تھا۔''

''امکانات ہیں شہاب بھائی، سوفیصدی اس بات کے امکانات ہیں۔''

''لیکن اس کے لئے تو ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔''

''آپ جیسا مناسب سمجھیں۔'' رشید نے جواب دیا اور شہاب کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

''رشید میں تمہارے بارے میں کچھ اور جاننا چاہتا ہوں۔''

رشید شہاب کے اس لہجے پر اسے چونک کر دیکھنے لگا تھا۔

''کیا جاننا چاہتے ہیں شہاب بھائی؟''

''چلو کہیں بیٹھ کر بات کریں گے۔'' شہاب نے کار آگے بڑھادی، تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک فیشن ایبل علاقے میں داخل ہوگئے، معقول لوگوں کی رہائش گاہیں تھیں حسین ترین بنگلے پھیلے ہوئے تھے، ایک خوبصورت بنگلے کے گیٹ کے سامنے شہاب نے کار روکی اور ہارن بجایا، چوکیدار نے جھانک کر دیکھا اور پھر جلدی سے مؤدب ہوکر گیٹ کھول دیا، شہاب کار اندر لے گیا تھا اور پھر پورچ میں کار روکنے کے بعد وہ نیچے اترا، رشید بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔ شہاب اسے لئے ہوئے اندر پہنچ گیا، ایک ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پہنچ کر اس نے رشید کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، یہ کمرہ آفس کی طرح بنا ہوا تھا، ایک حسین و عریض میز پڑی ہوئی تھی اس کے پیچھے ریوالونگ چیئر، کمرہ بہترین انداز سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ انتہائی خوبصورت ریک لگے ہوئے تھے، فائل کیبنٹ تھے اور نجانے کیا کیا موجود تھا۔ شہاب نے رشید کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

''یہ عمارت میری ہے رشید۔''

''آپ کی؟'' رشید نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں اور میں نے تمہیں اپنا رازدار بنانے کا فیصلہ کافی غور کرکے کیا ہے، کیا تم میرے کاروبار میں شریک ہونا پسند کروگے۔؟''

''شہاب بھائی کتنی عنایتیں کروگے مجھ پر، اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں تو میری اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوگیا۔''

''رشید، کچھ باتیں تمہیں بتادینا ضروری سمجھتا ہوں، جو کچھ میں کرتا ہوں وہ قانونی حیثیت نہیں رکھتا، بہت سے غیر قانونی کام ہیں جو مجھے کرنے ہوتے ہیں اور میرے ساتھی بھی وہی لگ ہوسکتے ہیں جو میری مرضی پر چلتے ہوں، لیکن میرا شریک کار بننے کے بعد ان پر کچھ ذمے داریاں عائد ہوجاتی ہیں، جن میں سب سے بڑی ذمے داری رازداری اور زبان بندی کی ہے، دوسری ذمے داری مستعدی کی ہے اور تیسری ذمے داری یہ ہے کہ جو کام سپرد کیا جائے اسے آنکھیں بند کرکے انجام دینا ہوتا ہے۔''

''میں یہ تینوں ذمے داریاں بخوبی نبھا سکتا ہوں شہاب بھائی، میں بھی زندگی میں کچھ بننا چاہتا ہوں اور اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ہزار بارہ سو کی نوکری انسان کو کبھی کچھ نہیں بننے دیتی، بننے کے راستے ذرا مختلف ہی ہوتے ہیں۔''

''میں تمہیں بہت کچھ بنادوں گا رشید، لیکن تمہیں ہر طرح سے میرا ساتھ دینا ہوگا۔''

''اس کے لئے شہاب بھائی جس طرح سے چاہیں آپ اپنا اطمینان کرسکتے ہیں۔''

''ہاں کاروبار کاروبار ہے اور اس میں اصول پسندی پہلی شرط ہوتی ہے۔'' شہاب نے کہا پھر اپنی جگہ سے اٹھا ایک فائل کیبنٹ سے اس نے کچھ کاغذات نکالے اور انہیں لئے اپنی میز پر پہنچ گیا پھر اس نے رشید کو قریب آنے کا اشارہ کیا اور رشید اس نے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یہ کاغذ لو اس پر اپنے دستخط کرو۔'' اس نے ایک سادہ کاغذ رشید کے سامنے رکھا اور قلم اس کے ہاتھ میں دے دیا، رشید نے صرف ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا تھا لیکن شہاب کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں تھی، اس نے کاغذ پر دس بارہ جگہ دستخط کئے، پھر اسے شہاب کی طرف بڑھادیا، شہاب یہ دستخط دیکھنے لگا، پھر اس نے ایک فائل رشید کے سامنے کردیا جس میں پانچ چھ کاغذ لگے ہوئے تھے۔ یہ تمام کاغذ بھی سادہ ہی تھے۔ شہاب نے پنسل سے کاغذات پر ایک جگہ نشان لگایا اور بولا۔

''ان تمام کاغذات پر دستخط کرو اس نشان پر۔''

رشید کے دل میں ایک لمحے کے لئے ہول پیدا ہوا تھا لیکن پھر اس نے شہاب کی ہدایت پر عمل کیا اور تمام کاغذات پر دستخط کردئے، شہاب بے حد چالاک آدمی تھا، پہلے رشید سے اس نے دستخطوں کا نمونہ لیا تھا اور اس کے بعد ان کاغذات پر دستخط کرائے تھے، فائل اپنے قبضے میں کرنے کے بعد اس نے میز کی ایک نچلی دراز سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی سو سو کے نوٹوں کی پوری گڈی تھی، گویا دس ہزار، یہ گڈی اس نے رشید کی طرف اچھال دی اور سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''اسے رکھو اور اپنی پسند کے مطابق خرچ کرو''

''یہ۔ یہ.... یہ تو بہت زیادہ ہیں، بہت زیادہ ہیں یہ۔''

''نہیں۔ تم نے کہا تھا رشید کہ تم کچھ بننا چاہتے ہو۔ میں تمہیں کچھ بنانا چاہتا ہوں اور وہ لوگ جو کچھ بن جاتے ہیں سو دو سو اور پانچ سو کی حد میں نہیں رہتے۔ بلکہ ان کے اخراجات بہت وسیع ہوتے ہیں، یہ دس ہزار روپے تم جتنے دن میں چاہو خرچ کرلو، اور جب خرچ ہوجائیں تو مجھ سے مزید لے لینا کیا سمجھے یوں سمجھو کہ آج سے تم میرے کاروبار میں شریک ہو۔''

''بب.... بہت بہت.... بہت بہت شکریہ شہاب بھائی، آپ نے تو واقعی میری تقدیر بدل دی''

''ابھی نہیں رشید، ابھی نہیں، تمہاری تقدیر میں کیا کیا ہے اس کا اندازہ تمہیں کچھ دن کے بعد ہوگا۔'' شہاب مسکرا کر بولا۔

رشید کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے، ساری زندگی میں دس ہزار روپے اکھٹے نہیں دیکھے تھے اور وہ بھی اپنی ملکیت اور پھر شہاب کی طرف سے اجازت کہ جس طرح چاہیں خرچ کئے جائیں، یہ اس کی زندگی کا سب سے سنہرا دن تھا اور اب اسے سادہ کاغذات پر دستخط کرنے کا بھی خوف نہیں رہا تھا، دس ہزار روپے یکمشت، وہ تو دس ہزار روپے کے لئے دس ہزار کاغذات پر دستخط کرسکتا تھا اور پھر شہاب بھائی کوئی غیر تھوڑی ہیں ظاہر ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے ذہن کو پرسکون کرلیا، شہاب مسکرا رہا تھا، چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

''رشید اس عمارت کے بارے میں کبھی کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے، تمہیں آئندہ بھی جو ذمے داری سونپوں اس کے بارے میں کسی سے کچھ مت کہنا، ہوسکتا ہے میں تمہیں ملک سے باہر جانے کے مواقع بھی مہیا کروں لیکن اس کے لئے ابھی تمہیں تربیت دینا ہوگی، بس یوں سمجھ لو کہ تم میرے دست راست ہو، ہاں اگر کبھی تم نے بدعہدی کرنے کی کوشش کی تو پھر میرے اور تمہارے درمیان صرف دشمنی کا رشتہ قائم ہوجائے گا، میں اسی قسم کا آدمی ہوں، معمول کے مطابق خود کو مجھ سے الگ تھلگ رکھا کرو اور اگر کبھی تمہیں کوئی ہدایت ملے تو اس عمارت کو ذہن نشین کرلو، ہماری تمہاری ملاقاتیں یہیں ہوا کریں گی۔''

''بہت بہتر چیف بہت بہتر۔'' رشید نے مؤدبانہ انداز میں کہا، شہاب کافی دیر تک وہاں مصروف رہا تھا اس نے رشید سے بہت سی باتیں بھی کی تھیں۔ لیکن اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کہ کاروبار کیا ہوگا، رشید نے پوچھا بھی نہیں تھا وہ تو بس اپنے سینے کے قریب نوٹوں کی گڈی کا دباؤ محسوس کرکے مسرور ہوتا رہا تھا۔ نجانے کیا منصوبے بناڈالے تھے اس نے اپنے ذہن میں، طفیلی بیگم کو سو روپے ایڈوانس دے کر اس کو اس بات کے لئے مخصوص کیا تھا کہ وہ ردا کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور اس کے عوض وہ انہیں مزید چار سو روپے ادا کرے گا لیکن اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، ماں کو نہال کردے گا۔

شام کو پانچ بجے شہاب گھڑی دیکھ کر اٹھ گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد رشید کے ساتھ تفسیر کے دفتر کی جانب جارہا تھا جہاں ردا کے ملنے کے امکانات ہوا کرتے تھے، یہ بات نہ رشید کو معلوم تھی اور نہ شہاب کو کہ ردا آج دفتر نہیں آئی۔ رشید کی بتائی جگہ پر کھڑے ہوکر وہ ردا کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ ہی رشید کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، دفعتہً وہ دبی دبی آواز میں بولا۔ (جاری ہے)

’ملبے سے آواز آئی کہ مجھے نکالو‘: جس شخص کی تدفین کی گئی وہ 17 دن بعد زندہ مل گیا

کسی جان لیوا حادثے کے بعد اگر متاثرین کے رشتہ داروں کو یہ خبر ملے کہ ان کا پیارا زندہ ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں لیکن عبدالوہاب کے خاندان کے لیے یہ خبر صرف خوشی نہیں بلکہ حیرت اور غیر یقینی کا امتزاج تھی اور وہ اس لیے کہ ایک جان لیوا حادثے کے بعد وہ اپنے طور پر عبدالوہاب کی تدفین کر آئے تھے۔ لیکن 17 دن بعد خبر ملی کہ عبدالوہاب تو زندہ ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع مردان کے علاقے رستم میں 31 مارچ کو ماربل کی کان میں کام کرنے والے مزدوروں پر اچانک پہاڑ کا ایک بڑا حصہ آ گرا تھا۔ اس کان میں 12 مزدور تھے جن میں سے نو کی جان چلی گئی اور دو زخمی حالت میں ملے۔ کان میں کام کرنے والے ایک شخص کے بارے میں کہا جا رہا تھا کہ وہ نہیں مل سکے جس کی وجہ سے تلاش کا کام جاری رہا۔

اتنے دن سے جاری تلاش کے بعد ملبے کے ڈھیر سے ایک شخص زندہ تو ملا لیکن وہ کوئی اور نہیں بلکہ عبدالوہاب تھے، جن کا خاندان ایک لاش کو عبدالوہاب سمجھ کر اس کی تدفین کر چکا تھا۔

عبدالوہاب کے خاندان کے ایک فرد فضل منان نے بتایا کہ ’ہم تو ایک لاش کو عبدالوہاب سمجھ کر تدفین کر چکے تھے کیونکہ اہلخانہ نے کپڑے دیکھ کر کہا تھا کہ یہ وہ ہو سکتے ہیں لیکن لاش مسخ شدہ تھی تو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔‘ فضل منان نے بتایا کہ ’آج صبح عبدالوہاب کے بھائی ناصر نے فون کیا۔ وہ رو رہا تھا اور روتے ہوئے اس نے بتایا کہ عبدالوہاب زندہ ہیں اور ناصر پھر زور زور سے رونے لگا۔‘ فضل منان نے بتایا کہ ’کل رات میں عبدالوہاب کے والدین کے ساتھ بیٹھا تھا، ان کی والدہ بہت افسردہ تھیں کیونکہ کوئی ایک ڈیڑھ سال پہلے ان کا دوسرا بیٹا سعودی عرب سے بیمار آیا تھا اور پھر اس کی وفات ہو گئی تھی۔‘ اب چونکہ 17 دن بعد سنگِ مرمر کی کان سے عبدالوہاب زندہ سلامت مل گئے ہیں تو اہلخانہ اور علاقے کے لوگ بہت خوش ہیں۔

عبدالوہاب کیسے ملے؟

فضل منان نے بتایا کہ تلاش کے کام میں اس علاقے سے لوگ جاتے تھے اور ان میں وہ مزدور بھی تھے جو یہاں کان پر کام کرتے ہیں اور پھر ان کے رشتہ دار بھی تلاش میں مدد کر رہے تھے۔ نجیب اللہ جو خود اس ماربل کی کان میں کام کرتے ہیں، نے بتایا کہ 17 دن سے ہمارے ایک ساتھی کی تلاش جاری تھی اور اس کے لیے یہاں مائنز میں بھاری مشینری استعمال ہو رہی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ’ہم تو عبدالوہاب کی نماز جنازہ بھی ادا کر چکے تھے لیکن آج وہ ہمیں سنگ مرمر کی اس کان سے زندہ مل گیا۔‘ نجیب اللہ نے بتایا کہ ’ہم کان کے سامنے سے ملبہ ہٹا رہے تھے اور توقع تھی کہ شام تک ہم کان کی سرنگ تک پہنچ جائیں گے لیکن دوپہر سے پہلے ہی جب ہم کھدائی کر رہے تھے تو اندر سے آواز آئی کہ میں زندہ ہوں مجھے نکالو۔‘ ’ہم سب خوش ہوئے اور اس کے بعد ہم ہاتھوں سے ملبہ ہٹانے لگ گئے۔ اتنے میں وہاں سے ہمیں وہاب زندہ مل گیا۔‘

کپڑوں کی وجہ سے لاش کے بارے میں غلط فہمی

سماجی کارکن محمد قاسم نے بتایا کہ وہ 31 مارچ سے وہاں کان پر موجود رہے اور مزدوروں کی تلاش کے کام میں حصہ لیا۔ انھوں نے بتایا کہ ’جب لاشیں نکالی جا رہی تھیں تو اس وقت وہاں عبدالوہاب کے اہلخانہ نے ایک لاش کے کپڑے دیکھ کر کہا کہ یہ عبدالوہاب ہو سکتے ہیں۔‘ اس بارے میں ریسکیو 1122 کے مردان کے ترجمان عباس خان نے بتایا ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے شناخت کے لیے کمیٹی قائم کر دی ہے اور یہ معلوم کیا جائے گا کہ جس شخص کی تدفین کی گئی، وہ کون تھا۔ انھوں نے بتایا کہ اس کے لیے ڈی این اے سے شناخت ہو سکے گی۔ محمد قاسم نے بتایا کہ اس وقت عبدالوہاب مردان ہسپتال میں زیر علاج ہیں، جہاں انھیں طبی امداد فراہم کی جا رہی ہے۔

یاد رہے کہ گذشتہ ماہ کان کنی کے لیے آئے مزدور اپنی جگہ اور مشینری کی صاف ستھرائی کے بعد بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ پہاڑ کا ایک حصہ ان پر آ گرا تھا۔ اس وقت محمد قاسم نے بتایا تھا کہ یہ واقعہ ضلع مردان میں رستم کے علاقے میں پلو ڈھیری تنگ آباد میں پیش آیا تھا۔ محمد قاسم نے بتایا تھا کہ اس علاقے میں کچھ دن سے بارشیں جاری تھیں تو اور ابھی کان کنی یعنی مائننگ باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی۔

> **صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع مردان کے علاقے رستم میں 31 مارچ کو ماربل کی کان میں کام کرنے والے مزدوروں پر اچانک پہاڑ کا ایک بڑا حصہ آ گرا تھا۔ اس کان میں 12 مزدور تھے جن میں سے نو کی جان چلی گئی اور دو زخمی حالت میں ملے**

انڈیا کا نیوکلیئر فضلے سے دوبارہ جوہری ایندھن بنانے کا ’کامیاب‘ تجربہ

فاسٹ بریڈر ری ایکٹر کیا ہے اور کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

......میگزین رپورٹ......

انڈین حکام کے مطابق انڈیا کے جوہری سائنسدانوں نے ریاست تمل ناڈو میں واقع ’کلپکم‘ جوہری پلانٹ کے فاسٹ بریڈر ری ایکٹر سے نکلنے والے نیوکلیئر فضلے کو کامیابی سے جوہری ایندھن میں بدل دیا ہے۔ اس پیشرفت کو ملک کی جوہری توانائی کی ٹیکنالوجی کے ضمن میں ایک بڑی پیشرفت قرار دیا جا رہا ہے۔

پروٹو ٹائپ فاسٹ بریڈر ری ایکٹر (پی ایف بی آر) پیر کے روز کریٹیکل مرحلے تک پہنچ گیا، یعنی وہ سطح جہاں نیوکلیئر چین ری ایکشن کسی بیرونی مدد کے بغیر خود جاری رہ سکتا ہے۔

اس ری ایکٹر کے مکمل طور پر فعال ہو جانے کے بعد، انڈیا روس کے بعد دنیا کا دوسرا ایسا ملک بن جائے گا جس کے پاس تجارتی نوعیت کا فاسٹ بریڈر ری ایکٹر موجود ہوگا۔

سادہ الفاظ میں، فاسٹ بریڈر ری ایکٹر بجلی پیدا کرنے والا ایک ایسا جوہری ری ایکٹر ہے جس کو چلانے کے لیے جتنی مقدار میں یورینیم استعمال کی جاتی ہے، یہ اس کے فضلے کو اتنی ہی مقدار میں دوبارہ استعمال کے قابل ایندھن میں بدل دیتا ہے۔

اور اسی خصوصیت کے باعث اسے ’فاسٹ بریڈر‘ کہا جاتا ہے۔

انڈیا کے جوہری توانائی کے ادارے کا کہنا ہے کہ یہ ری ایکٹر انرجی سکیورٹی کے لیے بھی بہت اہم ہے۔

ادارے کے سیکریٹری اجیت کمار موہنتی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ’انڈیا نے جوہری توانائی کے پُرامن استعمال کے شعبے میں ایک اور تاریخی سنگ میل عبور کر لیا ہے۔ انڈیا نے فاسٹ بریڈر کے اس تجرباتی مرحلے کو حاصل کر لیا ہے جس میں ری ایکٹر استعمال شدہ یورینیم کے فضلے سے اپنا ایندھن خود بنا سکے گا اور اس عمل کے دوران 500 میگاواٹ بجلی بھی پیدا کرے گا۔‘ یاد رہے کہ ابھی یہ عمل تجرباتی مرحلے میں ہے اور اس فاسٹ بریڈر ری ایکٹر کو سنہ 2029 میں باضابطہ طور پر کمیشن کیا جائے گا۔ انڈیا روس کے بعد اس ٹیکنالوجی سے بجلی حاصل کرنے والا دوسرا ملک ہوگا جبکہ چین نے بھی فاسٹ بریڈر ری ایکٹر کا ایک چھوٹا پروگرام شروع کر رکھا ہے، تاہم یہ معلوم نہیں کہ ابھی کس سٹیج پر ہے۔

انڈیا کے وزیر اعظم نریندر مودی نے اس کامیابی پر ملک کے جوہری سائنسدانوں کو مبارکباد دیتے ہوئے اسے ملک کے سول جوہری پروگرام کی پیش رفت میں ایک ’تاریخی مرحلہ‘ قرار دیا ہے۔ نریندر مودی نے کہا ہے کہ ’ملک میں ڈیزائن اور تعمیر کیا گیا کلپکم فاسٹ بریڈر ری ایکٹر ہماری سائنس کے میدان میں ہماری صلاحیت اور ہماری انجینئرنگ کے تصورات کی طاقت کو اجاگر کرتا ہے۔‘ یاد رہے کہ انڈیا نے اس منصوبے پر کام بہت پہلے شروع کیا تھا، تاہم ملک کو اس مرحلے تک پہنچنے میں کئی برس کی تاخیر کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک پارلیمانی رپورٹ کے مطابق اس منصوبے پر اب تک 10 ہزار کروڑ انڈین روپے کی لاگت آ چکی ہے جو اس منصوبے کے لیے ابتدائی طور پر مختص کردہ رقم سے لگ بھگ دوگنا ہے۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق انڈیا اپنے ایٹمی بجلی گھروں سے اس وقت مجموعی طور پر 8180 میگاواٹ بجلی پیدا کر رہا ہے جو ملک کی بجلی کی مجموعی پیداوار کا محض تین فیصد ہے۔ انڈیا کے جوہری توانائی کے ادارے نے سنہ 2032 تک اپنے ایٹمی پاور پلانٹس سے 22 ہزار 400 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا ہدف مقرر کر رکھا ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق انڈیا کا نیوکلیئر پاور پروگرام تین مرحلوں پر مشتمل ہے۔

پہلا مرحلہ پریشرائزڈ ہیوی واٹر ری ایکٹر کا ہے۔ یہ ری ایکٹر قدرتی یورینیم سے چلتا ہے اور اس میں ہیوی واٹر کولنٹ استعمال کیے جاتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ فاسٹ بریڈر ایٹمی ری ایکٹر کا ہے۔ اس طرح کے ری ایکٹرز میں استعمال ہونے والی یورینیم سے جو فضلہ نکلتا ہے اسے اتنی ہی یا اس سے زیادہ مقدار میں دوبارہ قابل استعمال ایندھن میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

تیسرے مرحلے میں ایسے ایٹمی ری ایکٹرز بنانے کا ارادہ ہے جس میں یورینیم کے بجائے تھوریم کا استعمال کیا جائے گا۔ انڈیا میں اب تک یورینیم کے بہت چھوٹے پیمانے پر ذخائر ملے ہیں۔ بیشتر یورینیم دوسرے ممالک سے درآمد کی جاتی ہے۔ تاہم سرکاری دعوؤں کے مطابق کیرالہ، تمل ناڈو، اڑیسہ، آندھرا پردیش، مہاراشٹرا اور گجرات کے ساحلی علاقوں میں تھوریم کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

انڈیا کے جوہری سائنسدان اس جوہری مادے (تھوریم) کو مستقبل کے ری ایکٹر میں ایندھن کے طور پر استعمال کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ انڈیا کی حکومت نے ملک کے جوہری بجلی گھروں سے آئندہ 20 برس میں ایک لاکھ میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا ہدف رکھا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس وقت ملک میں 24 سے 25 ایٹمی ری ایکٹر کام کر رہے ہیں جبکہ 11 ری ایکٹر تعمیر کے مختلف مراحل میں ہیں۔ انڈیا نے اپنے ایٹمی ری ایکٹرز کو سول اور عسکری نوعیت کے دو زمروں میں بانٹ رکھا ہے۔ ایٹمی توانائی کے بین الاقوامی ادارے (آئی اے ای اے) کی ایک رپورٹ کے مطابق انڈیا کے پریشرائزڈ ہیوی واٹر ری ایکٹرز، جن میں یورینیم استعمال ہوتا ہے اور جنھیں عسکری مقاصد کے لیے بنایا گیا ہے، وہ اس ادارے کی نگرانی اور جانچ کے دائرے سے باہر ہیں۔ ان میں تاراپور پاور سٹیشن، مدراس پاور سٹیشنز اور کائیگا جنریٹنگ یونٹس شامل ہیں۔ کلپکم کے فاسٹ بریڈر کو بھی بین الاقوامی ایٹمی توانائی ادارے کے سیف گارڈز سے باہر رکھا گیا ہے۔

کلپکم فاسٹ بریڈر کے کامیاب تجربے پر آئی اے ای اے کے سربراہ رافیل گروسی نے بھی انڈین سائنسدانوں کی ستائش کی ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر جاری ایک پیغام میں انھوں نے لکھا ہے ’انڈیا نے کلپکم میں واقع فاسٹ بریڈر کے کامیاب تجربے سے ایک متاثر کن پیش رفت کی ہے۔ یہ ایندھن کی سسٹینیبلٹی اور جوہری توانائی کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ آئی اے ای اے انڈیا کے جوہری پروگرام کی محفوظ اور پائیدار ترقی کی حمایت کرتا رہے گا۔‘ دوسری جانب پاکستان میں بھی اس حوالے سے بات کی جا رہی ہے۔

سٹریٹجک پلانز ڈویژن میں آرمز کنٹرول ایڈوائزر ظاہر کاظمی کا کہنا ہے کہ انڈیا کا فاسٹ بریڈر ری ایکٹر آئی اے ای اے کی معمول کی جانچ اور نگرانی کے دائرے میں نہیں ہے، اس لیے یہاں جو جوہری مادہ پیدا کیا جائے گا اس کی غیر جانبدارانہ جانچ نہیں ہو سکے گی۔ انھوں نے ’ایکس‘ پر اپنی پوسٹ میں تشویش ظاہر کی ہے کہ اس سوڈیم کولڈ ری ایکٹر میں مکسڈ آکسائیڈ ایندھن استعمال ہوتا ہے۔ یہ ری ایکٹر جتنا ایندھن استعمال کرتا ہے اس سے زیادہ ایٹمی بم بنانے کی صلاحیت والے ہائی گریڈ کا پلوٹونیم پیدا کر سکتا ہے۔ تاہم انڈیا کا موقف ہے کہ فاسٹ بریڈر ری ایکٹر کا مقصد سسٹین ایبل جوہری ٹیکنالوجی کے ذریعے توانائی حاصل کرنا ہے۔ ایٹمی توانائی کے محکمے کے مطابق کلپکم فاسٹ بریڈر ری ایکٹر سول جوہری پروگرام کا حصہ ہے اور یہ خالصتاً پُرامن مقاصد کے لیے ہے۔

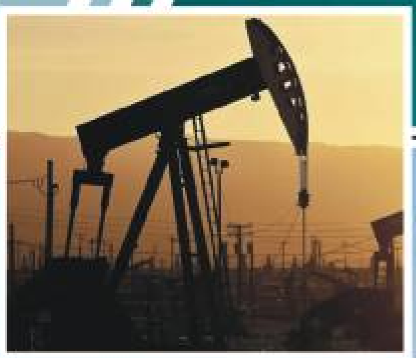

سستے تیل اور گیس کا دور ختم، حالات مزید بدتر ہو سکتے ہیں؟

'تاریخ کا سب سے بڑا توانائی بحران' ایران جنگ ختم ہونے کے بعد طویل عرصے تک جاری رہے گا

......میگزین رپورٹ

یہ دنیا کی تاریخ کے سب سے بڑے توانائی بحران کی بس شروعات ہے۔ نہ تو کوئی عارضی جنگ بندی اور نہ ہی امریکہ اور اسرائیل کی ایران کے ساتھ جنگ کا خاتمہ ہمیں اس قبل از جنگ دور میں واپس لے جا سکے گا، جب گیس اور سستا تیل پانی کی طرح میسر تھے، کاروبار پھل پھول رہے تھے اور گھریلو آمدن، چاہے جیسے بھی تھی۔۔۔ بڑھ رہی تھی۔ بحالی کا عمل طویل اور مہنگا ہوگا اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔

1۔ یہ تیل کی قلت کا محض آغاز ہے

خلیج فارس کے ذریعے تیل لے کر جانے والے کسی بھی ٹینکر کو خریدار تک پہنچنے میں ایک سے ڈیڑھ ماہ لگتا ہے۔ جنگ شروع ہوئے ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے۔ اب جا کر دنیا کو تیل کی حقیقی قلت کا سامنا ہوگا کیونکہ آبنائے ہرمز اس تمام عرصے کے دوران مؤثر طور پر بند رہی ہے۔ عالمی توانائی ایجنسی (آئی ای اے) کے سربراہ فاتح بیرول نے کہا ہے کہ 'اپریل مارچ سے کہیں بدتر ہوگا۔ محتاط اندازوں کے مطابق بھی قلت دگنی ہو جائے گی۔' آئی ای اے کے سربرا کا کہنا ہے کہ اس قلت کا نتیجہ 'مہنگائی اور معاشی نمو کی سست روی کی صورت میں نکلے گا۔ اور حالات مزید بدتر ہو سکتے ہیں۔ بہت سے ممالک میں جلد ہی ایندھن کے استعمال کو محدود (راشن بندی) کرنا پڑ سکتی ہے۔'

ایران میں جنگ کے باعث تیل کی قیمتیں بڑھ گئیں، حالانکہ ٹینکر وہی مقدار اتار رہے تھے جو وہ جنگ سے پہلے برآمد کر رہے تھے۔ اب، جب حقیقی طور پر تیل کم ہو گیا ہے، تو قیمتیں جنگ سے پہلے کی سطح پر واپس نہیں آئیں گی، چاہے ایران فوری طور پر آبنائے کو دوبارہ کھول دے۔ مثالی حالات میں بھی سپلائی بحال ہونے میں مزید ایک سے ڈیڑھ ماہ لگے گا۔ لیکن عملی طور پر یہ قلت کئی ماہ تک برقرار رہے گی، شاید 2026 کے اختتام تک۔ امریکی محکمہ؟ توانائی کے شماریاتی ادارے (ای آئی اے) کا بھی یہی اندازہ ہے۔ زیادہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ تیل کا مسئلہ تو نسبتاً آسان ہے۔ اگر مشرق وسطی میں مستقل امن قائم ہو جائے تو سعودی عرب اور خطے کے دیگر ممالک تیزی سے اس کی پیداوار بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن گیس کے معاملے میں صورت حال اس سے کہیں زیادہ خراب ہے۔

2۔ تیل کے بحران سے کہیں زیادہ سنگین گیس کا مسئلہ ہے

جنگ سے پہلے دنیا تیزی سے مائع قدرتی گیس (ایل این جی) کی جانب منتقل ہو رہی تھی تاکہ پائپ لائنوں پر انحصار کم کیا جا سکے۔ جسے روس نے یورپ پر دباؤ ڈالنے کے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا، اور اسی طرح 2022 کا پچھلا عالمی توانائی بحران پیدا ہوا تھا۔ گیس سستی ہوتی جا رہی تھی، یہ استعمال میں کوئلے سے صاف، اور عالمی توانائی کے ذرائع میں اس کا حصہ تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ لیکن ایران کی جنگ نے واضح کر دیا کہ یہ سارا عمل کتنا نازک تھا۔ جنگ سے پہلے قطر ایل این جی کی 21 فیصد سپلائی فراہم کر رہا تھا جو مجموعی عالمی گیس مارکیٹ کا تقریباً 17 فیصد بنتا ہے۔ اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے۔

آئی ای اے کے سربراہ فاتح بیرول کے مطابق گیس صنعت کی مجموعی ساکھ کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ 'ایل این جی کو قابلِ اعتماد، سستی اور لچک دار آپشن کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔ لیکن پہلے 2022 میں روسی گیس اور اب قطری گیس۔۔۔ یہ سب کچھ اس بیانیے کے خلاف جا رہا ہے۔'

مائع گیس کی سپلائی کو تیزی سے بحال کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ قطر سے سمندری راستے کے ذریعے اس کی ترسیل کے لیے کوئی متبادل راستے موجود نہیں ہیں، جبکہ تیل بدستور زمینی پائپ لائنوں کے ذریعے آبنائے ہرمز کو بائی پاس کرتے ہوئے برآمد کیا جا رہا ہے۔ مزید یہ کہ مستقبل بھی کافی غیر یقینی ہے۔ اور اس کے باعث آنے والے کئی مہینوں تک گیس کی قیمتیں بلند رہنے کا امکان ہے۔ جنگ کے باعث قطر کو نہ صرف اپنی نئی متوقع پیداواری صلاحیت مؤخر کرنی پڑی ہے بلکہ اس کی موجودہ پیداواری صلاحیت بھی کم ہو گئی ہے۔ یہی وہ تیسری وجہ ہے جس کی بنا پر دنیا ایک طویل بحران کی پیش گوئی کر رہی ہے۔

3۔ صرف رکاوٹیں نہیں بلکہ تباہی بھی

ٹینکرز اور گیس بردار جہازوں کے لیے آبنائے کھول دینا ایک بات ہے، لیکن ڈیڑھ ماہ کی بمباری سے تیل و گیس کی فیلڈز اور دیگر تنصیبات کو جو نقصان پہنچا ہے اس کے بعد پہلے جتنی پیداواری صلاحیت بحال کرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل مرحلہ ہے۔ عالمی توانائی ایجنسی کے مطابق جنگ کے دوران مشرق وسطی کے ممالک میں تیل اور گیس کی 40 سے زائد تنصیبات کو نقصان پہنچا ہے۔

سب سے زیادہ نقصان قطر کے راس لفان میں واقع گیس کمپلیکس کو پہنچا۔ ایرانی میزائل حملوں کے نتیجے میں دنیا کے سب سے بڑے ایل این جی پلانٹ کی 17 فیصد صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔ اس پلانٹ میں استعمال ہونے والے آلات مخصوص نوعیت کے ہوتے ہیں اور انھیں حسب ضرورت تیار کیا جاتا ہے۔ قطری حکام کے مطابق اس کی مرمت میں مہینے نہیں بلکہ تین سے پانچ سال تک لگیں گے۔

ایسے ہی کچھ مسائل دیگر ممالک میں بھی سامنے آ رہے ہیں۔ ایرانی ڈرونز نے متحدہ عرب امارات، کویت اور عراق میں آئل ریفائنریز، آئل فیلڈز اور دیگر توانائی کے بنیادی ڈھانچوں کو نشانہ بنایا ہے۔ ان کی مرمت میں مہینوں کا وقت اور اربوں ڈالرز درکار ہوں گے۔ جنگ سے پہلے یہ رقوم عالمی توانائی کی سپلائی کو بڑھانے اور اسے وسعت دینے کے لیے استعمال ہوتی تھی مگر اب یہ رقم تباہ شدہ تنصیبات کی بحالی پر خرچ ہوگی۔ یہی عالمی بحران کے طویل ہونے کی چوتھی وجہ ہے۔

4۔ پیسہ نہیں ہے

جنگ سے پہلے خلیج فارس کے ممالک دنیا کی بڑھتی آبادی اور معیشت کی توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیداوار میں اضافے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ توانائی استعمال کرنے والے ممالک کو توقع تھی کہ تیل وافر مقدار میں دستیاب رہے گا اور گیس کی سپلائی میں مسلسل اضافہ ہوتا جائے گا۔ لیکن اب سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، ایران، قطر اور خطے کے دیگر ممالک اپنی پیداواری صلاحیت بڑھانے کے بجائے سرمایہ تیل، گیس اور پیٹرولیم مصنوعات کی پیداوار کو جنگ سے پہلے کی سطح تک واپس لانے پر خرچ کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے لیے ایک اضافی خرچہ مستقبل کے حملوں سے بچاؤ کے لیے اسلحے کی خرید کا ہوگا۔

صارفین کو بھی زیادہ ادائیگی کرنا پڑے گی۔ اس کی وجہ توانائی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے علاوہ جوہری توانائی، شمسی و پن بجلی، بیٹریوں اور حتیٰ کہ کوئلے جیسے متبادل ذرائع میں سرمایہ کاری ہوگی۔ اس کے علاوہ گھریلو صارفین اور صنعتوں کو دی جانے والی سبسڈیز بھی اثر انداز ہوں گی۔ مزید یہ کہ کووڈ-19 اور روس کی پالیسیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے پچھلے دو تیل و گیس کے بحرانوں کے برعکس، اس بار صارف ممالک کے پاس موجودہ نسل کی مدد کے لیے مستقبل کی نسلوں سے مزید قرض لینے کے مواقع کم ہیں۔ کچھ ممالک میں فیول کوٹہ مقرر کر دیا گیا ہے۔

گزشتہ دو مرتبہ جب ایندھن کے بحران نے سر اٹھایا اُس وقت مہنگائی کے علاوہ سرکاری قرض اور بجٹ خسارہ بھی آج کے مقابلے میں کہیں کم تھا۔ اس بار حکمرانوں کو دوہری مشکل کا سامنا ہے: سست ہوتی معاشی ترقی ٹیکس آمدنی کو کم کر رہی ہے اور اس کے نتیجے میں حکومت کی کاروباروں اور گھرانوں کو بجٹ سبسڈی کے ذریعے مدد دینے کی صلاحیت بھی کم ہو رہی ہے، جبکہ تیزی سے بڑھتی مہنگائی شرح سود میں کمی کے ذریعے دی جانے والی مدد کے امکان کو بھی ختم کر رہی ہے۔ مزید یہ کہ اس بحران کے دوران کئی ممالک سٹریٹیجک تیل کے ذخائر استعمال کر کے گویا آنے والی نسلوں سے پہلے ہی قرض لے چکے ہیں۔ یہ قرض واپس کرنا پڑے گا اور یہی پانچواں مسئلہ ہے۔

5-محدود قدرتی ذخائر

مارکیٹ میں تیل کی قلت کم کرنے کے لیے مغربی ممالک نے ایک غیر معمولی قدم اٹھایا اور اپنے سٹریٹیجک ذخائر سے 40 کروڑ بیرل تیل فروخت کے لیے مارکیٹ میں پیش کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ تیل کی قیمتیں اس حد تک نہیں بڑھیں جتنی بڑھ سکتی تھیں۔ یاد رکھیے کہ دنیا کی یومیہ تیل کی کھپت تقریباً 10 کروڑ 50 لاکھ بیرل ہے۔ ایران جنگ کے باعث مشرق وسطی سے روزانہ ایک سے ڈیڑھ کروڑ بیرل تیل کی سپلائی منقطع ہو گئی ہے۔ مغربی ممالک کے سٹریٹیجک ذخائر سے خام تیل جاری کر کے روزانہ 30 سے 40 لاکھ بیرل کی کمی پوری کی گئی۔ اس کے علاوہ چین کے ذخائر اور امریکہ کی جانب سے ایرانی اور روسی آف شور تیل سے پابندیاں اٹھائے جانے کے نتیجے میں اضافی تیل مارکیٹ میں آیا۔ یہ اقدامات چار سے پانچ ماہ تک جاری رکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد کسی نہ کسی مرحلے پر ان ذخائر کو دوبارہ بھرنا پڑے گا۔

ڈونلڈ ٹرمپ نے یوکرین پر روسی حملے اور اس کے بعد پیدا ہونے والے توانائی بحران کے دوران امریکہ کے سٹریٹیجک ذخائر سے تیل مارکیٹ میں فروخت کرنے پر جو بائیڈن کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ انھوں نے ذخائر دوبارہ بھرنے کا وعدہ تو کیا، لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔ اس بار تو صورت حال یہ ہے کہ ذخائر خطرناک حد تک کم ہو جائیں گے، اور امریکہ سمیت دیگر ممالک کو تیل کی قیمتوں میں توازن کا انتظار کیے بغیر اپنے سٹریٹیجک ذخائر کو بتدریج دوبارہ بھرنا پڑے گا۔ یہ نہ صرف قانون بلکہ قومی سلامتی کے تقاضوں کے تحت بھی ضروری ہے۔ سٹریٹیجک ذخائر کی بحالی سے تیل کی قیمتوں کو سہارا ملے گا اور (باقی صفحہ 15 پر)

عالمی توانائی ایجنسی (آئی ای اے) کے سربراہ فاتح بیرول نے کہا ہے کہ 'اپریل مارچ سے کہیں بدتر ہوگا۔ قلت دگنی ہو جائے گی۔' آئی ای اے کے سربرا کا کہنا ہے کہ اس قلت کا نتیجہ 'مہنگائی اور معاشی نمو کی سست روی کی صورت میں نکلے گا۔ اور حالات مزید بدتر ہو سکتے ہیں۔

تپِ دق... پاکستان میں صحت کا خاموش مرض: روزانہ 140 اموات

مقصود خالد
بیورو چیف

دنیا بھر میں ٹی بی سے متاثرہ ممالک کی فہرست میں پاکستان پانچویں نمبر پر ہے اور یہ اعداد و شمار نہ صرف خوفناک ہیں بلکہ ایک ایسے چیلنج کی نشاندہی کرتے ہیں جو دورِ حاضر میں بھی متعدی امراض میں سرِفہرست ہے

وزیر اعظم شہباز شریف نے اس حوالے سے اپنے بیان میں واضح طور پر کہا کہ تپ دق پاکستان سمیت کئی ممالک کے لیے سنگین صحت، سماجی اور معاشی چیلنج بنا ہوا ہے

پاکستان کے طول و عرض میں جہاں غربت، ہجوم والے شہروں کے محلے، ناکافی غذائیت اور صحت کی سہولیات تک محدود رسائی ایک عام حقیقت ہے، وہاں تپ دق جیسا متعدی مرض نہ صرف ایک طبی مسئلہ بلکہ سماجی، معاشی اور انسانی المیہ بن چکا ہے۔ حکومتِ پاکستان اور عالمی ادارہ صحت کے مشترکہ بیان کے مطابق ملک میں روزانہ تقریباً 140 افراد اس مرض کی زد میں آ کر جان کی بازی ہار رہے ہیں جبکہ سالانہ لگ بھگ چھ لاکھ ستر ہزار افراد متاثر ہو رہے ہیں۔ دنیا بھر میں ٹی بی سے متاثرہ ممالک کی فہرست میں پاکستان پانچویں نمبر پر ہے اور یہ اعداد و شمار نہ صرف خوفناک ہیں بلکہ ایک ایسے چیلنج کی نشاندہی کرتے ہیں جو دورِ حاضر میں بھی متعدی امراض میں سرِفہرست ہے۔

وزیر اعظم شہباز شریف نے اس حوالے سے اپنے بیان میں واضح طور پر کہا کہ تپ دق پاکستان سمیت کئی ممالک کے لیے سنگین صحت، سماجی اور معاشی چیلنج بنا ہوا ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ حکومت کی کوشش ہے کہ اس مرض سے متعلق معاشرتی سٹیگما کو ختم کیا جائے، بروقت تشخیص کی ترغیب دی جائے اور علاج کے تسلسل کو یقینی بنانے کے لیے کمیونٹی ہیلتھ ورکرز، سول سوسائٹی تنظیمیں، محققین اور نجی شعبے کے طبی اداروں کو شامل کیا جائے۔ یہ بیان نہ صرف ایک سرکاری اعلان ہے بلکہ ایک قومی سطح کی آگاہی مہم کا آغاز بھی ہے جس میں ہر شہری کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا جا رہا ہے کہ اگر ہم سب مل کر کام کریں تو اس قابلِ علاج مرض کو شکست دی جا سکتی ہے۔

تپ دق جسے عام طور پر ٹی بی کہا جاتا ہے ایک بیکٹیریا کی وجہ سے ہونے والی متعدی بیماری ہے جو عموماً پھیپھڑوں کو متاثر کرتی ہے لیکن جسم کے دیگر حصوں جیسے گردوں، دماغ، ریڑھ کی ہڈی اور یہاں تک کہ جلد تک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ برطانیہ کی ہیلتھ سکیورٹی ایجنسی کے مطابق یہ بیماری اگرچہ سنگین ہو سکتی ہے مگر اینٹی بائیوٹکس کے ذریعے اس کا مکمل علاج ممکن ہے۔ بیماری کا پھیلاؤ اس وقت ہوتا ہے جب متاثرہ شخص کھانستا یا چھینکتا ہے اور جراثیم والے ننھے ذرات ہوا میں خارج ہو کر دوسروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ عمل اتنا خاموش اور تیزی سے ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اسے معمولی نزلے یا کھانسی سمجھ کر نظرانداز کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ بعد میں جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ٹی بی کی دو بنیادی اقسام ہیں جن میں سے ایک فعال ٹی بی ہے جس میں بیکٹیریا جسم میں سرگرم رہتے ہیں، مریض کو واضح علامات محسوس ہوتی ہیں اور وہ دوسروں کو انفیکشن منتقل کر سکتا ہے جبکہ دوسری غیر فعال یا لیٹنٹ ٹی بی ہے جس میں بیکٹیریا جسم میں موجود تو ہوتے ہیں مگر سرگرم نہیں ہوتے، اس لیے علامات ظاہر نہیں ہوتیں اور مریض دوسروں کو بیماری نہیں پھیلا سکتا۔ یہ دونوں اقسام اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر دونوں ہی ایک بڑے خطرے کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اگر لیٹنٹ ٹی بی کو نظرانداز کر دیا جائے تو یہ کسی بھی وقت فعال شکل اختیار کر سکتی ہے خاص طور پر جب مدافعتی نظام کمزور ہو جائے۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں غذائیت کی کمی، تمباکو نوشی اور آلودگی عام ہے یہ منتقلی کا خطرہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

فعال ٹی بی کی سب سے نمایاں علامات میں ایسی کھانسی شامل ہے جو کئی ہفتوں سے زیادہ عرصے تک ٹھیک نہ ہو رہی ہو، بلغم یا کھانسی میں خون آنا، بخار یا رات کو پسینہ آنا، بھوک کا کم ہونا یا وزن میں نمایاں کمی اور بہت زیادہ تھکن محسوس ہونا۔ امریکی ادارہ برائے بیماریوں کے کنٹرول اینڈ پریونشن یعنی سی ڈی سی کے مطابق فعال ٹی بی میں سینے میں درد، کمزوری، کپکپی، بخار، بھوک میں کمی اور رات کے پسینے کے علاوہ اگر بیماری پھیپھڑوں کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے میں پھیل جائے تو علامات تبدیل ہو سکتی ہیں جیسے گردوں میں خون آنا، دماغی جھلیوں کے متاثر ہونے پر شدید سر درد یا ذہنی الجھن اور ریڑھ کی ہڈی متاثر ہونے پر کمر درد۔ یہ علامات اگر ایک بار شروع ہو جائیں تو انہیں معمولی نزلے یا تھکاوٹ سمجھ کر نظرانداز کرنا جان لیوا غلطی ہو سکتی ہے کیونکہ بیماری جتنی دیر تک بڑھتی جائے گی اتنا ہی علاج مشکل اور مہنگا ہوتا جائے گا۔ پاکستان کے دیہی علاقوں میں جہاں لوگ اکثر گھریلو علاج پر انحصار کرتے ہیں یہ علامات نظرانداز ہونے کا خطرہ اور بھی زیادہ ہے جس کی وجہ سے مرض مزید پھیلتا چلا جاتا ہے۔

کن لوگوں میں ٹی بی لگنے کا خطرہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اس کا جواب بھی واضح ہے۔ اگر کوئی شخص کسی فعال ٹی بی مریض کے ساتھ طویل اور قریبی رابطے میں رہا ہو، ایسے ملک یا علاقے میں رہتا ہو جہاں ٹی بی عام ہو، اس کا مدافعتی نظام کمزور ہو، وہ بھیڑ بھرے یا غیر صحت مند ماحول میں رہتا ہو، تمباکو، شراب یا منشیات کا استعمال کرتا ہو یا پہلے ٹی بی کا شکار رہ چکا ہو مگر مکمل علاج نہ کرایا ہو تو خطرہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ پاکستان میں غریب طبقے، مزدور، قیدی، HIV کے مریض اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے گروپ ہیں کیونکہ ان کی زندگی کے حالات ہی ایسے ہیں کہ جراثیم آسانی سے پھیل سکتے ہیں۔ معاشرتی سٹیگما کی وجہ سے بہت سے مریض اپنی بیماری چھپاتے ہیں جس سے خاندان اور محلہ دونوں خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ وزیر اعظم کے بیان میں بھی اس سٹیگما کا ذکر کیا گیا ہے کہ اسے ختم کرنے کے بغیر ٹی بی پر قابو پانا ممکن نہیں۔

ٹی بی ایک قابلِ علاج بیماری ہے اور وزارت صحت کے مطابق بروقت تشخیص اور علاج جانیں بچانے کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے پاکستان میں نمائندے ڈاکٹر لوو ڈاپینگ کا کہنا ہے کہ تپ دق سے ہونے والی اموات روکی جا سکتی ہیں کیونکہ ٹی بی قابلِ علاج ہے، اس کا خاتمہ ممکن ہے اور ڈبلیو ایچ او پاکستان کے ساتھ مل کر اس مقصد کے لیے کام جاری رکھے گا۔ علاج میں اینٹی بائیوٹکس کا کورس شامل ہوتا ہے جو کئی ماہ تک جاری رہتا ہے اور اسے مکمل کرنے سے مریض نہ صرف صحت یاب ہو جاتا ہے بلکہ دوسروں کو انفیکشن پھیلانے سے بھی بچ جاتا ہے۔ حکومت کی نیشنل ٹی بی کنٹرول پروگرام کے تحت مفت تشخیص اور علاج دستیاب ہے مگر آگاہی کی کمی اور علاج کے تسلسل میں خلل کی وجہ سے کامیابی کی شرح اب بھی مطلوبہ سطح پر نہیں پہنچ سکی۔ اگر پورے ملک میں کمیونٹی ہیلتھ ورکرز کو فعال کیا جائے، سکولوں اور مساجد میں آگاہی مہم چلائی جائے اور نجی ہسپتالوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے تو یہ مرض بتدریج کم ہو سکتا ہے۔

فعال ٹی بی کی سب سے نمایاں علامات میں ایسی کھانسی شامل ہے جو کئی ہفتوں سے زیادہ عرصے تک ٹھیک نہ ہو رہی ہو، بلغم یا کھانسی میں خون آنا، بخار یا رات کو پسینہ آنا، بھوک کا کم ہونا یا وزن میں نمایاں کمی اور بہت زیادہ تھکن محسوس ہونا۔

تپ دق جسے عام طور پر ٹی بی کہا جاتا ہے ایک بیکٹیریا کی وجہ سے ہونے والی متعدی بیماری ہے جو عموماً پھیپھڑوں کو متاثر کرتی ہے لیکن جسم کے دیگر حصوں جیسے گردوں، دماغ، ریڑھ کی ہڈی اور یہاں تک کہ جلد تک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

جہاں حکومت، ڈاکٹرز، کمیونٹی اور عام شہری سب کو مل کر کام کرنا ہوگا تاکہ پاکستان میں صحت کے یہ خاموش بحران ختم ہو سکیں اور آنے والی نسلوں کو صحت مند مستقبل ملے۔ بروقت تشخیص، سٹیگما کا خاتمہ، متوازن غذا اور سادہ قدرتی حل مل کر ایک ایسا پاکستان بنا سکتے ہیں جہاں بیماریاں کم اور زندگی زیادہ خوشگوار ہو۔ یہ نہ صرف ایک طبی فریضہ ہے بلکہ قومی ذمہ داری بھی ہے جو ہر پاکستانی کو ادا کرنی چاہیے۔

☆......☆

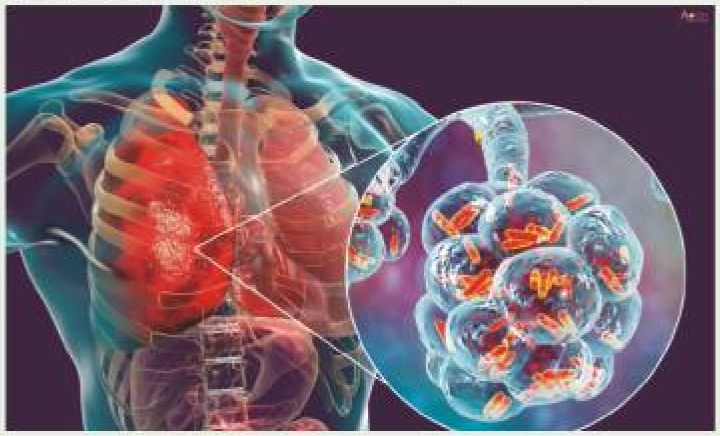

وہ جوس جو نزلے اور فلو سمیت کئی بیماریوں کیلئے مفید ہے

ویٹ گراس کیلوریز میں کم اور طاقتور وٹامنز اور معدنیات سے بھرپور ہوتی ہے۔

وہ جوس جو نزلے اور فلو سمیت کئی بیماریوں کے لیے مفید ہے
ویٹ گراس کیلوریز میں کم اور طاقتور وٹامنز اور معدنیات سے بھرپور ہوتی ہے۔ ویٹ گراس کا سبز رنگ کا جوس یا سموودی نزلے اور فلو کے اس موسم میں آپ کی قوت مدافعت کو مضبوط بنا سکتا ہے۔ یہ گھیالے ذائقے والی جڑی بوٹی، جو جوس بارز اور ہیلتھ سٹورز پر ملتی ہے، کیلوریز میں کم اور طاقتور وٹامنز اور معدنیات سے بھرپور ہوتی ہے۔ ویٹ گراس وٹامن اے اور ای کا اچھا ذریعہ ہے جو آنکھوں کی صحت کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس میں وٹامن سی بھی ہے جو بیماری سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے اور جسم کے خلیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس میں متعدد ضروری معدنیات پائی جاتی ہیں، مثلاً پوٹاشیم، فاسفورس، کیلشیم، فولاد، زنک اور میگنیشیم۔ کیلشیم اور فاسفورس مضبوط ہڈیوں کے لیے نہایت اہم ہیں، اور آئرن، زنک اور میگنیشیم دوران خون کو متوازن رکھتے ہیں۔

قبل ازیں برٹس سپر فوڈز کی بانی ڈاکٹر برٹ کورڈی نے ووگ میگزین کو بتایا کہ 'یہ غذائی اجزا مل کر توانائی کی سطح بڑھاتے ہیں، تھکن اور کمزوری کم کرتے ہیں، جسمانی اور ذہنی کارکردگی کو سہارا دیتے ہیں، ہاضمہ بہتر بناتے ہیں، مدافعتی نظام مضبوط کرتے ہیں۔ بالوں اور جلد کی صحت سمیت بینائی کے لیے مفید ہیں اور خون سرخ کے خلیات بنانے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

نزلہ اور فلو کے اس موسم میں اضافی سہارا
امریکہ میں ایک بار پھر نزلے اور فلو کے موسم میں آ رہا ہے، اور مہینوں کے سرد ہوتے جانے اور لوگوں کے زیادہ وقت گھر کے اندر گزارنے کی وجہ یہ بیماریاں زیادہ عام ہو جاتی ہیں۔
ویٹ گراس میں موجود حفاظتی اینٹی آکسیڈنٹس کی وجہ سے اسے نزلہ کے علاج میں اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔
اس میں فلیونائڈز ہوتے ہیں، جو پودوں کے کیمیائی مادے ہیں اور سرطان سے لڑنے اور قوت مدافعت کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ تھائم، اجوائن اور کیمومائل (گل بابونہ) میں بھی عام پائے جاتے ہیں۔
ویٹ گراس کلوروفل سے بھرپور ہوتی ہے۔ کلوروفل وہ رنگ دار مادہ جو پودوں کو سبز رنگ دیتا ہے۔ کلوروفل میں بھی اینٹی آکسیڈنٹس پائے جاتے ہیں، اور بعض محققین اور سپلیمنٹ بنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ ان سے مدافعتی نظام اور خون کے خلیات کو مضبوط بنا کر مجموعی صحت میں مدد مل سکتی ہے۔
تاہم سرطان کے ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ کلوروفل کے اثرات جانچنے کے لیے مزید تحقیق درکار ہے۔

زندگی بچانے والی خصوصیات کا حامل جوس
امریکی محققین کے مطابق مختلف مقدار ویٹ گراس جوس پینے سے منہ اور بڑی آنت کے سرطان کے خلیات میں اضافے کی رفتار میں سست روی پائی گئی۔ یہ خون کے سرطان کے خلاف لڑنے میں بھی مدد دے سکتا ہے۔ محققین نے اس میں موجود فلیونائڈز کے فوائد بیان کیے ہیں۔
کلیولینڈ کلینک کے مطابق خوراک میں ویٹ گراس شامل کرنا کینسر کے خطرے کے عوامل، جن میں سوزش، زیادہ کولیسٹرول اور خون میں زیادہ شوگر ہونا شامل ہیں، کے خلاف بھی کام کرتا ہے۔ کلوروفل میں سوزش کم کرنے والے مرکبات بھی ہوتے ہیں۔ ویٹ گراس پانچ ہزار برس سے زیادہ عرصے سے استعمال ہو رہی ہے اور قدیم مصریوں کے نزدیک مقدس بھی جاتی تھی۔ ویٹ گراس کم مقدار میں لی جائے تو محفوظ ہے۔

ایک چھوٹا گلاس کافی ہے
غذائی ماہرین روزانہ دو اونس ویٹ گراس جوس پینے کا مشورہ دیتے ہیں، جو ایک چھوٹے گلاس سے ذرا زیادہ یا تقریباً چوتھائی کپ بنتا ہے۔ آپ ویٹ گراس کو سفوف کی شکل میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک یا دو چائے کے چمچ پانی میں یا کسی پھل کی سموودی میں ملا لینا کافی ہے۔ رجسٹرڈ ماہر غذا جوائس پریسکاٹ نے داکلینک کو بتایا کہ روزمرہ غذا میں ویٹ گراس شامل کرتے وقت احتیاط سے کام لینا ہوگا کیوں کہ بہت زیادہ اور جلدی جلدی لینے سے متلی یا قبض ہو سکتی ہے۔
ان کا کہنا تھا کہ 'کم مقدار سے شروع کریں اور جب سمجھ آ جائے کہ جسم پر اس کا اثر کیسا ہے تو مقدار بڑھائیں۔'

کیا چائے پینے سے ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں؟

محققین کے مطابق جو لوگ روزانہ چائے پیتے ہیں، ان کی ہڈیوں کی معدنی کثافت ان افراد کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے جو چائے نہیں پیتے۔
نکول وٹون کین
چائے اور کافی دونوں ہی مقبول گرم مشروبات ہیں، لیکن ماہرین کے مطابق ان میں سے ایک آپ کے لیے دوسرے کے مقابلے میں کہیں زیادہ فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ ایک نئی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ باقاعدگی سے چائے پینے والے افراد میں کافی پینے والوں کے مقابلے میں ہڈیوں کے بھربھرے پن کا خطرہ کم ہو سکتا ہے۔
محققین کے علم میں آیا ہے کہ جو لوگ روزانہ چائے پیتے ہیں، ان کی ہڈیوں کی معدنی کثافت (بی ایم ڈی) ان افراد کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے جو چائے نہیں پیتے اور سائنس دانوں کے مطابق یہ نتیجہ خاصا معنی خیز ہے۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ معتدل مقدار میں کافی پینے سے ہڈیوں کی کثافت پر منفی اثر نہیں پڑتا، تاہم جو افراد روزانہ پانچ کپ سے زیادہ کافی پیتے تھے، ان میں بون منرل ڈینسٹی (بی ایم ڈی) کم پائی گئی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حد سے زیادہ کافی کا استعمال ہڈیوں کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

2025 کے لیے دنیا کی بہترین کافی شاپ کون سی ہے؟
فلنڈرز یونیورسٹی کی ٹیم نے تقریباً 10 برس کے دوران 65 سال یا اس سے زائد عمر کی تقریباً 10 ہزار خواتین کے ڈیٹا کا تجزیہ کیا اور اس دوران ان کی ہڈیوں کی کثافت کی پیمائش کی۔ تحقیق میں یہ بھی سامنے آیا کہ چائے پینے والی خواتین میں، چائے نہ پینے والوں کے مقابلے میں، کولہے کی ہڈی کی مجموعی بون منرل ڈینسٹی قدرے زیادہ تھی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگرچہ یہ فرق معمولی تھا، لیکن ہڈیوں کی کثافت میں معمولی سا اضافہ بھی بڑی آبادی میں فریکچر کے واقعات کم کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ جریدے نیوٹرینٹس میں شائع ہونے والے نتائج سے یہ بھی پتہ چلا کہ جن خواتین نے زندگی بھر زیادہ مقدار میں الکحل استعمال کی تھی، ان پر کافی کے منفی اثرات زیادہ نمایاں تھے، جب کہ موٹاپے کا شکار خواتین کے لیے چائے خاص طور پر زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئی۔
پروفیسر این وولیو نے کہا کہ یہ نتائج اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ روزانہ ایک کپ چائے پینا ہماری عمر بڑھنے کے ساتھ ہڈیوں کی صحت کو سہارا دینے کا ایک سادہ طریقہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا: 'اگرچہ معتدل مقدار میں کافی پینا محفوظ دکھائی دیتا ہے لیکن بہت زیادہ مقدار میں کافی کا استعمال مناسب نہیں ہو سکتا، خاص طور پر ان خواتین کے لیے جو الکحل استعمال کرتی ہیں۔'
تاہم انہوں نے نتائج کی بنیاد پر طرز زندگی میں بڑی یا اچانک تبدیلیاں کرنے سے خبردار بھی کیا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ 'ہمارے نتائج کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو کافی بالکل چھوڑ دینی چاہیے یا ملیلٹرز کے حساب سے چائے پینا شروع کر دینی چاہیے۔
البتہ یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ معتدل مقدار میں چائے پینا ہڈیوں کی صحت کو سہارا دینے کا ایک آسان طریقہ ہو سکتا ہے، جب کہ حد سے زیادہ کافی کا استعمال مثالی نہیں، خاص طور پر الکحل استعمال کرنے والی خواتین کے لیے۔ 'اگرچہ کیلشیم اور وٹامن ڈی بدستور ہڈیوں کی صحت کے بنیادی ستون ہیں، لیکن آپ کے کپ میں موجود مشروب بھی اس میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ بڑی عمر کی خواتین کے لیے روزانہ ایک کپ چائے صرف سکون دینے کی روایت نہیں، بلکہ مضبوط ہڈیوں کی طرف ایک چھوٹا سا قدم بھی ہو سکتا ہے۔' یہ تحقیق اس حالیہ مطالعے کے بعد سامنے آئی ہے جس میں زیادہ کافی پینے کو بڑی عمر کے افراد میں درد کی زیادہ شدت سے جوڑا گیا تھا۔ سائنس دانوں نے پایا کہ کافی کے استعمال میں اضافہ کرنے والے افراد میں، کافی کم کرنے والوں کے مقابلے میں، درد کی شدت میں اوسطاً 6.56 پوائنٹس کا اضافہ دیکھا گیا۔

(بقیہ: لوڈشیڈنگ)
تاجر برادری نے پریس کانفرنس میں مطالبہ کیا ہے کہ حکومت فوری طور پر ایل این جی کی سپلائی بحال کرے اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ ملک گیر احتجاج کا اعلان کر دیں گے۔ حکومت کی پیک ریلیف سٹریٹجی اگرچہ ایک عارضی حل کے طور پر پیش کی جا رہی ہے لیکن تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ یہ طویل مدتی نہیں ہو سکتی اور گرمیوں کے موسم میں جب طلب عروج پر ہوگی تو بحران مزید گہرا ہو سکتا ہے۔
اس صورتحال نے عوام میں مایوسی پیدا کر دی ہے اور لوگ سوچ رہے ہیں کہ گذشتہ برسوں میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ ختم ہونے کے بعد اب یہ دوبارہ شروع ہو گئی ہے تو کیا یہ ایک واپسی ہے یا عارضی مسئلہ ہے۔ وزیر توانائی نے وعدہ کیا ہے کہ ایندھن کا بندوبست کیا جا رہا ہے لیکن عوام کو فوری ریلیف کی ضرورت ہے۔ پاور ڈویژن کی ہدایات کے مطابق ڈسکوز اب لوڈ شیڈنگ کے شیڈول شیئر کر رہی ہیں تاکہ لوگ تیاری کر سکیں لیکن یہ بھی ایک عارضی انتظام ہے۔ تجزیہ کار محمد لقمان نے خبردار کیا ہے کہ اگر شارٹ فال بڑھا تو لوڈ شیڈنگ کے اوقات میں اضافہ ناگزیر ہو جائے گا اور گرمیوں میں اے سی کی وجہ سے طلب میں اضافہ اسے مزید پیچیدہ بنا دے گا۔
مجموعی طور پر یہ بحران نہ صرف بجلی کی طلب اور رسد کے فرق کی وجہ سے ہے بلکہ عالمی حالات جیسے خلیج کی صورتحال اور آبنائے ہرمز کی بندش نے بھی اسے بڑھاوا دیا ہے۔ پاکستان کی معیشت جو پہلے ہی چیلنجز کا شکار ہے اس پر یہ لوڈ شیڈنگ ایک اضافی بوجھ ہے اور حکومت کو فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام کی اذیت کم کی جا سکے۔
لوڈ شیڈنگ کے اثرات صرف گھروں اور کاروبار تک محدود نہیں بلکہ یہ صحت پر بھی منفی اثر ڈال رہے ہیں کیونکہ نیند کی کمی سے لوگ تھکاوٹ اور تناؤ کا شکار ہو رہے ہیں اور فیکٹری ورکرز صبح سویرے کام پر جانے میں مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں جس سے پیداواری صلاحیت کم ہو رہی ہے۔ چھوٹے اور درمیانے کاروبار جو رات کے اوقات میں زیادہ فعال رہتے ہیں ان کی فروخت متاثر ہو رہی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو وہ اپنے کاروبار بند کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ غریب طبقے کے لیے تو یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کیونکہ وہ مہنگی بجلی کے بجائے لوڈ شیڈنگ برداشت کر رہے ہیں لیکن دونوں ہی صورتوں میں ان کا نقصان ہو رہا ہے۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ عوام کو ریلیف فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن زمینی حقیقت اس سے مختلف ہے اور لوگ اب احتجاج کی طرف جا رہے ہیں۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ مقامی وسائل کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے اور درآمد پر انحصار کم کیا جائے تاکہ مستقبل میں ایسے بحران نہ پیدا ہوں۔
اس آرٹیکل میں بیان کی گئی تمام تفصیلات عوامی شکایات، حکومتی بیانات اور تجزیہ کاروں کی رائے پر مبنی ہیں اور یہ واضح کرتی ہیں کہ پاکستان میں بجلی کا بحران ایک بار پھر سر اٹھا رہا ہے جو نہ صرف موجودہ نسل بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی چیلنج بن سکتا ہے اگر فوری اور مستقل حل نہ نکالا گیا۔ عوام کی آواز کو سنا جائے اور لوڈ شیڈنگ کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں تاکہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔

☆......☆

(بقیہ: خلیج فارس میں اتنا زیادہ تیل اور گیس کیوں موجود ہے؟)
2026 تک بھی غوار فیلڈ روزانہ 3.8 ملین بیرل سے زیادہ پیداوار کر رہا ہے، اور ساوتھ پارس/ نارتھ ڈوم گیس فیلڈ کی صلاحیت 1300 ٹریلین کیوبک فٹ سے زیادہ ہے۔ جدید ٹیکنالوجیز جیسے 4D سیسمک مانیٹرنگ اور AI سے چلنے والے ریزروائر مینجمنٹ اس ذخائر کو مزید موثر بنانے میں مدد دے رہی ہیں۔ تاہم، موسمیاتی تبدیلی اور کاربن نیوٹرلٹی کے عالمی اہداف اس خطے کے ممالک کو قابل تجدید توانائی کی طرف منتقلی پر مجبور کر رہے ہیں۔ سعودی عرب کا ویژن 2030 اور UAE کا نیٹ زیرو 2050 جیسے پروگرام اسی سوچ کا نتیجہ ہیں، مگر تیل اور گیس اب بھی ان کی معیشت کا ستون ہیں۔
مستقبل کے امکانات بھی روشن ہیں۔ امریکی جیولوجیکل سروے کی تازہ ترین رپورٹس بتاتی ہیں کہ ایک صدی کی کھدائی کے باوجود اب بھی بڑے ذخائر باقی ہیں، اور 2012 کی رپورٹ کے مطابق مزید 86 ارب بیرل تیل اور 9.5 ٹریلین کیوبک میٹر گیس دریافت ہونے کا امکان ہے (تازہ ترین تخمینوں میں بھی یہ اعداد و شمار نمایاں ہیں)۔ افقی ڈرلنگ اور فریکچرنگ کی تکنیکیں سعودی اور اماراتی کمپنیاں اپنا رہی ہیں، جو پرانے میدانوں سے اضافی پیداوار نکال سکتی ہیں۔ البتہ، ماحولیاتی چیلنجز، پانی کی کمی (جو فریکچرنگ میں درکار ہے) اور علاقائی عدم استحکام بڑے سوالات ہیں۔ اگر عالمی سطح پر کاربن کی قیمتوں میں اضافہ ہوا تو یہ خطہ نئی ٹیکنالوجیز جیسے کاربن کیپچر اینڈ سٹوریج (CCS) کی طرف جا سکتا ہے، جو تیل کی پیداوار کو ماحول دوست بنا سکتا ہے۔
خلیج فارس کی یہ کہانی صرف تیل اور گیس کی نہیں بلکہ انسان، فطرت اور مستقبل کے درمیان تعلق کی ہے۔ لاکھوں برس پہلے سمندر کی گہرائیوں میں دفن ہونے والے نامیاتی مادے نے آج دنیا کی ترقی کو ممکن بنایا ہے، مگر اب یہ خطہ ہمیں بتاتا ہے کہ توانائی کی منتقلی کتنی اہم ہے۔ یہ ارضیاتی معجزہ اب بھی حیران کن ہے، اور اس کی سائنسی سمجھ ہمیں نہ صرف ماضی کو سمجھنے بلکہ مستقبل کو سنوارنے میں مدد دے گی۔ خلیج فارس دنیا کا توانائی مرکز ہے، اور اس کی داستان جاری رہے گی — نئی ٹیکنالوجیز، نئی پالیسیاں اور نئی حقیقتوں کے ساتھ۔

☆......☆

(بقیہ: سستے تیل اور گیس کا دور ختم، حالات مزید بدتر ہو سکتے ہیں؟)
توانائی بحران کا دورانیہ مزید طویل ہو جائے گا۔ اور یہ ایران کے ساتھ ٹرمپ کی جنگ کا واحد طویل المدتی نتیجہ نہیں ہے۔
6۔ جنگ دوبارہ چھڑنے کا خدشہ
مشرق وسطیٰ کو توانائی کے ایک قابل اعتماد ذریعہ کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ لیکن یہ تصور اب کمزور پڑ رہا ہے۔ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ امریکہ اور ایران کی موجودہ مذاکراتی پوزیشنوں کے باعث یہ تنازع کسی بھی وقت دوبارہ بھڑک سکتا ہے۔ اس جنگ نے محفوظ اور با اعتبار سپلائی کے تصور کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف خطرات کا ازسرنو جائزہ لینا پڑ رہا ہے بلکہ انشورنس اور نقل و حمل کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ امریکی محکمہ توانائی نے خبردار کیا ہے کہ ایک طویل عرصے تک یہ تمام عوامل توانائی کی قیمتوں میں شامل ہو کر صارفین تک منتقل ہوتے رہیں گے۔
محکمہ توانائی نے 2026 کے بقیہ مہینوں کے لیے جاری اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ آنے والے دنوں میں تیل کی قیمتوں میں سپلائی چین کو لاحق خطرے کے باعث ایک اضافی پریمیم شامل رہے گا۔ رپورٹ کے مطابق آبنائے ہرمز کھلنے کے بعد بھی مسائل حل ہونے میں وقت لگے گا، اور مستقبل میں سپلائی میں رکاوٹوں کا امکان ایک مستقل خطرے کے طور پر موجود رہے گا جو تیل کی قیمتوں کو بلند رکھے گا۔
مسئلہ صرف ہرمز تک محدود نہیں۔ حوثی اب بھی بحیرہ احمر کو نشانہ بنانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں، اور دنیا کے سمندروں میں ایسے کئی دیگر تنگ راستے موجود ہیں جنھیں ڈرونز سے لیس ایران کے حامی گروہ یا ممالک نشانہ بنا سکتے ہیں۔ عالمی توانائی ایجنسی یا آئی ای اے کا ادارہ 1970 کی دہائی میں پیدا ہونے والے بڑے تیل بحران کے بعد تیل استعمال کرنے والے امیر ممالک نے قائم کیا تھا۔
آئی ای اے کے سربراہ کہتے ہیں کہ دنیا کو ایران کی جنگ کو جتنی سنجیدگی سے لینا چاہیے تھا اتنی سنجیدگی سے نہیں لیا۔ 1970 کی دہائی کے بحران کے نتیجے میں خام مال کی قلت، مہنگائی، معیار زندگی میں کمی، اور سماجی و سیاسی ہلچل جیسے مسائل پیدا ہوئے تھے۔ فاتح بیرول کو خدشہ ہے کہ اس بار حالات اس سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ 'اب تک ایشیا سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے، لیکن یہ بحران یورپ اور دیگر خطوں تک بھی پہنچے گا۔' جنگ کے پہلے تین ہفتوں تک بیرول نے کوئی بیان نہیں دیا اور اپنے ماتحتوں کو بھی کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے روکے رکھا، لیکن گذشتہ دو ہفتوں سے وہ مسلسل خبردار کر رہے ہیں۔ 'میں نے محسوس کیا ہے کہ یورپ اور دنیا بھر کے حکام مسئلے کی سنگینی اور اس کے نتائج کو نہ صرف توانائی کے شعبے بلکہ عالمی معیشت کے لیے بھی کم خطرناک سمجھ رہے ہیں۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا کہ کچھ اعداد و شمار ان کے ساتھ شیئر کیے جائیں تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ معاملہ کتنا سنگین ہے۔' 'ہم تاریخ کے سب سے بڑے توانائی بحران میں داخل ہو رہے ہیں۔'

رپورٹ: خرم شہزاد

وزیراعلیٰ میر سرفراز بگٹی کی زیر قیادت موجودہ مخلوط صوبائی حکومت ترقی خوشحالی اور استحکام کے لئے کوشاں ہے اس وقت صوبہ ایک نئے ترقیاتی سفر پر گامزن نظر آتا ہے جہاں حکومتی ترجیحات کا محور عوامی فلاح، امن وامان، تعلیم، صحت، ماحولیات اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری ہے۔ یہ سفر صرف منصوبوں اور اعلانات تک محدود نہیں بلکہ عملی اقدامات اور واضح سمت کے ساتھ آگے بڑھتا دکھائی دیتا ہے جس کا مقصد بلوچستان کو قومی ترقی کے مرکزی دھارے میں شامل کرنا ہے۔ حالیہ کچھ عرصے کے دوران صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت کے ساتھ قریبی تعاون کے ذریعے کئی اہم منصوبوں پر کام تیز کیا ہے
جن

تعلیم کے ساتھ ساتھ صحت کے شعبے میں بھی تاریخی اقدامات غیر معمولی نتائج کے حامل ہیں، جب وژن واضح ہو، قیادت پرعزم ہو اور عوام شریک سفر ہوں تو ترقی کی منزل دور نہیں رہتی

تاکہ صوبے کے عوام کو بہتر طبی سہولیات فراہم کی جا سکیں اور نوجوان ڈاکٹروں کو اعلیٰ تعلیم کے مواقع میسر آئیں۔ بند ہسپتالوں کی بحالی، ڈاکٹروں کی بھرتی اور ڈیجیٹل فارمیسی جیسے اقدامات شفافیت اور بہتری کی سمت میں اہم پیش رفت ہیں۔ ماحولیاتی تحفظ اور پائیدار ترقی کو بھی حکومتی ترجیحات میں شامل کیا گیا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سے نمٹنے کے لیے ریزیلینٹ انفراسٹرکچر، جنگلات کی بحالی، قابل تجدید توانائی کے منصوبے اور زرعی جدیدکاری جیسے اقدامات بلوچستان کو ماحولیاتی لحاظ سے محفوظ بنانے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ حکومت کے لیے ضروری ہے کہ ترقیاتی منصوبوں کی موثر تشہیر بھی کی جائے تاکہ عوام کو حقیقی پیش رفت سے آگاہ کیا جا سکے اور منفی پروپیگنڈے کا موثر جواب دیا جا سکے۔ سوشل میڈیا، مقامی اخبارات اور عوامی رابطہ مہمات کے ذریعے ترقیاتی منصوبوں کی تفصیلات اجاگر کرنا عوامی اعتماد میں اضافہ کرے گا۔ بلوچستان کی ترقی صرف اعداد و شمار اور منصوبوں تک محدود نہیں بلکہ عوامی خوشحالی، مساوی

وزیراعلیٰ میر سرفراز بگٹی کی زیر قیادت بلوچستان کی ترقی، خوشحالی اور استحکام کے مثالی اقدامات

وفاق اور صوبہ ہم آہنگ: بلوچستان کو قومی ترقی کا انجن بنانے کا عزم

میں کچی کینال
جیسے زرعی انقلاب برپا کرنے والے منصوبے نمایاں ہیں۔ یہ منصوبہ نہ صرف زرعی پیداوار میں اضافہ کرے گا بلکہ ہزاروں خاندانوں کے روزگار اور خوراک کی خودکفالت میں اہم کردار ادا کرے گا۔ اسی طرح سوئی، رکھنی اور دیگر علاقوں میں رنگ روڈز، سڑکوں کی تعمیر ومرمت اور بازاروں کی تزئین وآرائش جیسے اقدامات مقامی معیشت کو فعال بنانے میں مدد دے رہے ہیں۔ ان منصوبوں سے دور دراز علاقوں کو مرکزی شاہراہوں اور شہری مراکز سے جوڑنے کا عمل تیز ہوا ہے جس سے کاروباری سرگرمیوں اور روزگار کے مواقع میں اضافہ متوقع ہے۔ بلوچستان حکومت نے وفاقی حکومت کے ساتھ مل کر کئی اہم ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا ہے جن میں کچی کینال جیسے زرعی انقلاب برپا کرنے والے

موجودہ چیلنجز کا مقابلہ کر رہے ہیں بلکہ بلوچستان کو پاکستان کے روشن مستقبل کا مرکزی حصہ بنانے کی جانب پیش قدمی بھی کر رہے ہیں۔ تاہم صوبے بھر میں سیکورٹی کے مسائل اب بھی ایک بڑا چیلنج ہیں جنہیں حل کرنے کے لیے وزیراعلیٰ بگٹی نے زیرو ٹالرنس کی پالیسی اپنائی ہے۔ کوئٹہ میں جدید سیف سٹی

مانیٹرنگ سسٹم قائم کرنا، ڈیجیٹل مانیٹرنگ کے ذریعے فیلڈ افسران کی کارکردگی کو چیک کرنا اور ترقیاتی فنڈز کی بروقت ریلیز یقینی بنانا شامل ہے تاکہ ہر ضلع تک بنیادی سہولیات جیسے پینے کے صاف پانی، سڑکیں اور صحت مراکز پہنچیں۔ رواں مالی سال کے بجٹ میں تعلیم، صحت اور ماحولیات کو ترجیح دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت ترقی کو ہمہ جہت انداز میں آگے بڑھانا چاہتی ہے۔ ہزاروں اسکولوں کی بحالی، ڈیجیٹل تعلیم کے فروغ اور فائبر آپٹک انٹرنیٹ کو 1100 تعلیمی اداروں تک پہنچانے جیسے منصوبے اس سمت میں اہم سنگ میل ہیں۔ یہ اقدامات نہ صرف موجودہ تعلیمی خلا کو کم کریں گے بلکہ نوجوان نسل کو جدید

فراہمی ہر ضلع تک پہنچانا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے اور اس سمت میں پیش رفت جاری ہے۔ تعلیم کے میدان میں "پڑھا لکھا بلوچستان" مہم ایک انقلابی اقدام کے طور پر سامنے آئی ہے۔ اس مہم کے تحت 2 لاکھ 61 ہزار سے زائد بچوں کو اسکولوں میں داخل کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے جبکہ 3200 سے زائد بند اسکولوں کو دوبارہ فعال بنانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ 679 پرائمری اور 409 مڈل اسکولوں کی اپ گریڈیشن، سائنس اور آئی ٹی لیبارٹریز، ڈیجیٹل لائبریریاں اور سمارٹ بورڈز کی تنصیب صوبے میں

مواقع اور پائیدار امن پر مبنی ہونی چاہیے۔ گڈ گورننس، نوجوانوں کی بااختیاری، خواتین کی ترقی اور ماحولیاتی تحفظ جیسے شعبوں میں حکومتی اقدامات مستقبل کے روشن بلوچستان کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اگر وفاق اور صوبہ مل کر تعلیم، صحت، انفراسٹرکچر اور سیکیورٹی کے چیلنجز پر یکسو ہو کر کام جاری رکھیں تو بلوچستان نہ صرف پاکستان کا ترقی یافتہ صوبہ بن سکتا ہے بلکہ قومی معیشت کا انجن بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ وقت عمل کا ہے، یہ وقت اتحاد کا ہے اور یہ وقت امید کا ہے۔ بلوچستان کا ہر شہری اس ترقی کے سفر کا حصہ بن کر تاریخ رقم کر سکتا ہے، کیونکہ جب وژن واضح ہو، قیادت پرعزم ہو اور عوام شریک سفر ہوں تو ترقی کی منزل دور نہیں رہتی۔ صوبے کے طول و عرض میں جاری ترقیاتی منصوبے اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حکومت نے ترقی کو محض نعروں تک محدود رکھنے کے بجائے اسے عملی شکل دینے کا عزم کر رکھا ہے۔ "پڑھا لکھا بلوچستان" مہم کے تحت تعلیم کے میدان میں شروع کیے گئے اقدامات نہ صرف اسکولوں کی بحالی اور داخلہ مہم تک محدود ہیں بلکہ جدید ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل سہولیات اور نوجوانوں کو مستقبل کی مہارتوں سے آراستہ کرنے کی جامع حکمت عملی کا حصہ ہیں۔ اسی تسلسل میں صحت کے شعبے میں کیے گئے تاریخی اقدامات عوامی فلاح کے نئے باب رقم کر رہے ہیں جہاں جدید علاج، بہتر سہولیات اور دور دراز علاقوں تک رسائی کو یقینی بنانے پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ یہ تمام کاوشیں اس حقیقت کو تقویت دیتی ہیں کہ جب وژن واضح ہو، قیادت پرعزم ہو اور عوام شریک سفر ہوں تو ترقی کی منزل نہ صرف قریب آتی ہے بلکہ ایک پائیدار اور روشن مستقبل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

صوبے کے طول وعرض میں ترقیاتی منصوبوں ک سلسلہ قابل ستائش ہے موجودہ حکومت نے پڑھا لکھا بلوچستان مہم کے تحت تعلیم کے شعبے میں انتہائی اہم اقدامات کا سلسلہ جاری رکھا ہے

پروجیکٹس، سڑکوں کی تعمیر ومرمت، گیس اور بجلی کی سپلائی کے منصوبے اور شہری علاقوں میں جدید انفراسٹرکچر شامل ہیں۔ سوئی اور رکھنی بازار جیسے علاقوں میں رنگ روڈز، بازاروں کی تزئین وآرائش اور مقامی معیشت کو فروغ دینے والے اقدامات سے صوبے کے دور دراز علاقوں تک ترقی کی لہر پہنچ رہی ہے۔ وزیراعلیٰ نے صوبائی بجٹ 2025-26 میں تعلیم، صحت اور ماحولیات کو ترجیح دی ہے جہاں ہزاروں اسکولوں کی بحالی، ڈیجیٹل ایجوکیشن کا فروغ اور فائبر آپٹک انٹرنیٹ کی 1100 تعلیمی اداروں تک رسائی جیسے منصوبے جاری ہیں۔ یہ اقدامات نہ صرف

اتھارٹی کا قیام، اے آئی بیسڈ نگرانی، ٹریفک مینجمنٹ اور ایمرجنسی ریسپانس سسٹم جیسے جدید ٹولز متعارف کروائے گئے ہیں جو جرائم کو کم کرنے اور عوامی تحفظ کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیویز فورس کو پولیس میں ضم کرنے، نئے سب ڈویژنل پولیس افسران کی تعیناتی اور مون سون 2026 کے لیے جامع سیکورٹی پلان جیسے اقدامات سے صوبے میں امن وامان کی فضا کو مستحکم کیا جا رہا ہے۔ عوام میں عدم تحفظ کا احساس دور کرنے اور سہولیات کی فراہمی کے لیے حکومت کو مزید اقدامات کرنے چاہئیں جن میں مقامی سطح پر جرگوں اور عوامی نمائندوں کو شامل کر کے شفاف

مہارتوں سے آراستہ کرنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ امن وامان کے قیام کو ترقی کی بنیاد قرار دیتے ہوئے حکومت نے زیرو ٹالرنس پالیسی اپنائی ہے۔ کوئٹہ میں جدید سیف سٹی اتھارٹی کا قیام، مصنوعی ذہانت پر مبنی نگرانی نظام، جدید ٹریفک مینجمنٹ اور ایمرجنسی ریسپانس سسٹم جیسے اقدامات جرائم کی روک تھام اور شہری تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے متعارف کروائے گئے ہیں۔ لیویز فورس کو پولیس میں ضم کرنے اور نئے سب ڈویژنل پولیس افسران کی تعیناتی جیسے اقدامات سیکورٹی ڈھانچے کو مضبوط بنانے میں اہم ثابت ہو رہے ہیں۔ مون سون 2026 کے لیے جامع سیکورٹی پلان بھی اسی تسلسل کا حصہ ہے جس کا مقصد ممکنہ ہنگامی حالات سے نمٹنے کی صلاحیت کو بہتر بنانا ہے۔
تاہم عوام میں احساس تحفظ پیدا کرنے کے لیے مزید اقدامات کی ضرورت برقرار ہے۔ مقامی سطح پر جرگوں اور عوامی نمائندوں کو شامل کر کے شفاف مانیٹرنگ سسٹم قائم کرنا، ڈیجیٹل نگرانی کے ذریعے فیلڈ افسران کی کارکردگی کا جائزہ لینا اور ترقیاتی فنڈز کی بروقت فراہمی یقینی بنانا ایسے اقدامات ہیں جو عوامی اعتماد کو مزید مضبوط بنا سکتے ہیں۔ بنیادی سہولیات جیسے صاف پانی، صحت مراکز اور سڑکوں کی

تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کی واضح مثال ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے فروغ کے لیے یونیورسٹیوں کو تحقیق اور جدت کے مراکز میں تبدیل کرنے کا ہدف رکھا گیا ہے۔ انجینئرنگ اور زرعی یونیورسٹیز کے قیام کے لیے وفاق اور صوبے کے مشترکہ منصوبوں کی ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے۔ مصنوعی ذہانت، جدید نصاب، اساتذہ کی تربیت اور سکالرشپس جیسے اقدامات نوجوانوں کو عالمی معیار کی تعلیم فراہم کرنے کی جانب اہم قدم ہیں۔ بلوچستان ایجوکیشن اینڈومنٹ فنڈ اور مختلف سکالرشپ پروگرامز کے ذریعے ہزاروں طلبہ کو مالی معاونت فراہم کی جا رہی ہے جس سے تعلیمی مواقع میں مساوات کو فروغ مل رہا ہے۔ صحت کے شعبے میں بھی نمایاں پیش رفت دیکھنے میں آ رہی ہے۔ کینسر اور مہلک بیماریوں کے مفت علاج کے پروگرام، سول ہسپتال کوئٹہ میں جدید مشینری کی تنصیب، ٹیلی ہیلتھ سروسز کی توسیع اور نئے ٹراما سینٹرز کا قیام صوبے میں صحت کی سہولیات کو بہتر بنانے کی سنجیدہ کوششوں کی عکاسی کرتا ہے۔ صحت انشورنس پالیسی اور پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے منصوبے عوام کو معیاری علاج کی فراہمی میں مدد دے رہے ہیں۔
وفاق اور صوبے کے مشترکہ تعاون سے جدید ہسپتال اور میڈیکل کالج کے قیام کی ضرورت پر بھی زور دیا جا رہا ہے